ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد: ۳۴ شمارہ: ۴۱ ۸ر تا ۱۴ر اکتوبر ۲۰۲۱ء — ار تا ۷ر ربیع الاول ۱۴۴۳ھ

Year-34 Issue-41 8 - 14 October 2021 Page 16

بی جے پی کی راہ پر چلتے ہوئے کانگریس کی پنجاب میں

تبدیلی

کیا چرنجیت سنگھ چنی کانگریس کا ماسٹر اسٹروک ثابت ہوں گے؟

پنجاب میں کانگریس نے امریندر سنگھ کو ہٹا کر ایک دلت کو وزیر اعلیٰ بنا کر جو کھیل کھیلا ہے اس میں وہ کتنی کامیاب ہوگی یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

محمد سالم جامعی

صوبائی اسمبلیوں کے جیسے ہی انتخابات قریب آنے لگتے ہیں، برسر اقتدار پارٹی اگلا انتخاب جیتنے کے لیے منصوبہ سازی میں لگ جاتی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے اور کئی سالوں سے یہ ایک عام چلن بن گیا ہے کہ پارٹی کارکردگی کی خامیوں اور ریاستی حکومت کی ناکامیوں کا ٹھیکرا وزیر اعلیٰ کے سر پھوڑ کر دوسرا وزیر اعلیٰ کرسی پر بٹھا دیا جاتا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی جانے لگتی ہے کہ نیا وزیر اعلیٰ کرشمہ کر کے پارٹی کو دوبارہ اقتدار میں لانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ابھی چند ماہ کے دوران بی جے پی نے پہلے اتراکھنڈ میں پھر کرناٹک میں اور ایک بار پھر اتراکھنڈ میں یہ کھیل کھیلا۔ گزشتہ ماہ گجرات میں بھی یہ ہی کھیل کھیلا گیا تھا۔ بی جے پی اتر پردیش میں بھی یوگی کو ہٹا کر دوسرا وزیر اعلیٰ لانا چاہتی تھی اس کے لیے اس نے مودی جی کے ایک خاص شخص کو سیاست میں شامل کر کے اسے ایم ایل سی کی کرسی پر صرف اسی لیے بٹھایا تھا کہ اچانک کسی وقت یوگی جی کو ہٹا کر ان کی کرسی اس شخص کے حوالہ کر دی جائے گی مگر یوگی خوش قسمت نکلے کہ اچانک آر ایس ایس چیف موہن بھاگوت ان کی پشت پر آ کھڑے ہوئے، پھر کس کی ہمت تھی کہ ان پر ہاتھ ڈال سکتا۔ بی جے پی کی مرکزی قیادت نے اسی میں عافیت سمجھی کہ خاموش ہو جائے اور وہ نہ صرف یہ کہ یوگی جی کے بارے میں خاموش ہو گئی بلکہ اعلان کر دیا کہ یوپی کا اسمبلی انتخاب یوگی جی کی قیادت میں ہی لڑا جائے گا۔ بی جے پی کی دیکھا دیکھی کانگریس میں بھی یہ رجحان در آیا اور اس کا پہلا شکار پنجاب کے وزیر اعلیٰ کیپٹن امریندر سنگھ کو ہونا پڑا۔ (باقی ص۱۲ پر)

اندر پڑھیے

- اسلام دنیا کا سب سے امن پسند مذہب ہے ص۵
- ذات پر مبنی مردم شماری: ضرورت اور دشوار ص۸
- مظلومیت کے باوجود ہماری آہ وفغاں بے اثر کیوں؟ ص۹
- سرکارِ دو عالمؐ کے کام پر ایک نظر ص۱۰

سعودی عرب — وژن ۲۰۳۰ء میں ہیں ہندستان سمیت تمام شراکت داروں کیلئے مواقع

سعود بن محمد الساطی
(ہندستان میں سعودی عرب کے سفیر)

سعودی عرب نے پانچ سال قبل اپنا وژن ۲۰۳۰ء شروع کیا تھا جس کا اصل مقصد معیشت کو متنوع کرنا، انتظامیہ کو جدید تر بنانا اور بہت سے شعبوں میں جرأت مندانہ اصلاحات متعارف کرانا تھا۔ غیر متوقع کووڈ-۱۹ وبائی امراض کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی طے شدہ ہدف کے تناظر میں بہت کچھ کیا گیا ہے۔ سعودی معاشرے میں ہونے والی تبدیلی اور ملکیت کی معیشت کا سرا دراصل وژن ۲۰۳۰ء اور اس کے اہداف سے ہی منسلک ہے۔ اسی طرح معیشت کے تنوعات، حکومتی کارکردگی میں جدت، تیل کے علاوہ دیگر ذرائع سے حکومت کی آمدنی میں اضافہ، بے روزگاری میں کمی اور افرادی قوت میں خواتین کی شراکت کا معاملہ بھی مذکورہ وژن اور مشن سے ہی مربوط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قوانین، ضابطوں اور طریقہ کار میں مختلف اصلاحات متعارف کرائی گئیں۔ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے مملکت نے معاہدے کے نفاذ کے شعبے میں مؤثر اصلاحات کیں۔ ریگولیٹری ماحول کو بہتر بنانے کے لیے ۱۹۷ سے زائد قانون وضع کیے گئے۔ مملکت کا ای گورنمنٹ اقدام حکومتی اداروں کے درمیان صلاحیتوں کو مزید مؤثر، شفاف اور جوابدہ بنا رہا ہے۔ مملکت ۴۵۳ بلین ڈالر کے ذریعے کان کنی، مینوفیکچرنگ، رسد اور توانائی کے منصوبوں کے لیے ڈیجیٹل طور پر فعال صنعتی انقلاب سے جڑی ہوئی ہے۔ لائن پروجیکٹ اور نیوم، بحیرہ احمر اور قدیہ پروجیکٹ ترقیاتی مناصب کی توسیع کررہے ہیں۔

وژن ۲۰۳۰ء کے لیے ایک مضبوط ڈیجیٹل انفرااسٹرکچر تیار کیا گیا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ سعودی عرب کا مضبوط ڈیجیٹل انفرااسٹرکچر آج انٹرنیٹ کی رفتار اور ۵جی کے معیار کے لحاظ سے عالمی سطح پر ساتویں نمبر پر ہے۔ ڈیٹا اور اے آئی کے لیے حال ہی میں شروع کی گئی قومی حکمت عملی کی وجہ سے جلد ہی مصنوعی ذہانت کے ٹاپ ۱۵ ممالک میں سعودی عربیہ کا شمار ہونے لگے گا، جس سے مجموعی طور پر ۵۷/ارب روپے کی سرمایہ کاری ہوگی۔

مابعد ۲۰۱۶ حکومت نے ۵۰۰ منصوبہ بند اصلاحات میں سے ۴۵ فیصد سے زیادہ کی فراہمی کی ہے۔ نیشنل لائسنسنگ ریفارم پروگرام (ایل ایل آر پی) کے ذریعے اصلاحات لائسنس کی دنیا میں بہت سے کام ہوئے۔ منتخب شدہ ۵۵۰۰ لائسنسوں میں سے ۶۰ فیصد سے زیادہ کو پہلے ہی ختم یا تبدیل کردیا گیا ہے۔ کمرشیل لائسنس ۲۴ گھنٹوں کے اندر جاری کیے جارہے ہیں۔

جیسا کہ ایچ آر ایچ ولی عہد نے ایک حالیہ انٹرویو میں کہا ہے کہ ۲۰۱۹ء کی چوتھی سہ ماہی میں غیر تیل کی معیشت میں تقریباً ۵۴ء۴ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس تیز رفتار اضافہ نے مملکت کو کورونا وائرس کے زمانے میں معاشی معاملات سے مؤثر طریقے سے نمٹنے میں مدد فراہم کی ہے۔ ایف ڈی آئی کی آمد سے ۳۳۱ فیصد بڑھ کر ۵۲۵ء۱۷/ارب سعودی ریال تک پہنچ گئی ہے۔ ۲۰۲۰ء میں مجموعی طور پر ۱۲۷۸ نئی غیر ملکی کمپنیوں نے لائسنس حاصل کیا۔ سعودی عرب میں سرمایہ کاری کا ماحول ماقبل کووڈ-۱۹ کی سطح پر لوٹ رہا ہے اور ۲۰۳۰ء تک نجی شعبے کی شراکت جی ڈی جی پی کے ۶۵ فیصد تک پہنچ جانے کی راہ پر گامزن ہے۔

آئی ایم ایف کے تخمینے کی مثبت تصویر سامنے آرہی ہے۔ اس کا اندازہ تھا کہ سعودی عرب کی حقیقی جی ڈی پی نمو ۸ء۴ فیصد ہوگی۔ حقیقی غیر تیل جی ڈی پی نمو ۶ء۳ فیصد اور حقیقی تیل جی ڈی پی نمو ۲۰۲۲ء میں ۸ء۶ فیصد تک پہنچنے کا تخمینہ ہے۔

> **مملکت سعودیہ اگلے دس برسوں میں قابل تجدید توانائی اور ٹیکنالوجی کا عالمی مرکز بننے کے لیے تیار ہے۔ ساکا کا سولر پی وی اور سوڈیر پلانٹ کا افتتاح حال ہی میں شروع ہونے والے سعودی گرین اور مڈل ایسٹ گرین اقدامات کے مطابق ہے۔ دونوں اقدامات کا مقصد مشترکہ طور پر پچاس ارب درخت لگانا ہے۔**

پبلک انویسٹمنٹ فنڈ کے اثاثے ۲۰۳۰ء تک سات کھرب روپے ہونے کا تخمینہ لگایا گیا تھا جیسا کہ ۲۰۲۵ء میں یہ چار ٹریلین تک پہنچنے کا امکان ہے، ہدف پہلے ہی ۲۰۳۰ء تک دس کھرب روپے میں دوبارہ ایڈجسٹ کیا جاچکا ہے۔ پی آئی ایف نے پہلے ۳۰ سے زائد نئی کمپنیاں شروع کی ہیں اور سعودی عرب میں گزشتہ چار برسوں میں تین لاکھ ۳۱ ہزار ملازمت کے مواقع پیدا کیے گئے ہیں اور آنے والے پانچ برسوں میں سیاحت، کھیل، صنعت، زراعت، نقل وحمل وغیرہ جیسے نئے شعبوں کی مدد کے لیے پی آئی ایف سالانہ چالیس ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کرے گی۔

مملکت سعودیہ اگلے دس برسوں میں قابل تجدید توانائی اور ٹیکنالوجی کا عالمی مرکز بننے کے لیے تیار ہے۔ ساکا کا سولر پی وی اور سوڈیر پلانٹ کا افتتاح حال ہی میں شروع ہونے والے سعودی گرین اور مڈل ایسٹ گرین اقدامات کے مطابق ہے۔ دونوں اقدامات کا مقصد مشترکہ طور پر پچاس ارب درخت لگانا ہے۔ اس کے علاوہ قابل تجدید ذرائع کے ذریعے ۲۰۳۰ء تک پچاس فیصد بجلی پیدا کرنا ہے۔ ساتھ ہی خطے کو کاربن کے اخراج میں کمی کے معاملے کو بھی پیش نظر رکھنا ہے تاکہ عالمی اہداف کے دس فیصد سے زیادہ حصول کی طرف گامزن ہوا جاسکے۔ کرۂ ارض کو محفوظ رکھنے کے لیے سعودی عرب ۲۳/اکتوبر ۲۰۲۱ء کو ریاض میں سب سے پہلے گرین سعودی انیشیٹو فورم اور گرین مڈل ایسٹ انیشیٹو سمٹ کی میزبانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ حالیہ دنوں میں سعودی عرب نے دومۃ الجندل میں واقع اپنے پہلے ہوا (ونڈ) فارم سے قابل تجدید توانائی کی پیداوار کی شروعات کی ہے۔ ونڈ فارم کا تخمینہ ہے کہ تقریباً ستر ہزار سعودی گھرانوں کے لیے سبز توانائی پیدا کی جائے گی اور سالانہ نو لاکھ ۸۸ ہزار ٹن کاربن کے اخراج کو ختم کیا جائے گا۔ سبز اقدامات کے تحت مملکت سے صاف ہائیڈرو کاربن ٹیکنالوجی کے استعمال سے ۱۳۰ ملین ٹن سے زیادہ کاربن کے اخراج کو ختم کرنے کی توقع ہے۔

وژن ۲۰۳۰ء کے اسٹریٹیجک اہداف کے حصول کے مدنظر ہم نے اپنے اسٹریٹیجک شراکت داروں کے لیے بے پناہ مواقع اور پرکشش کاروباری ماحول پیدا کیا ہے۔ سعودی عرب میں ہندستانی کمپنیاں مختلف شعبوں میں کام کرتی ہیں جیسے مینجمنٹ، مشاورتی خدمات، تعمیراتی منصوبے، ٹیلی مواصلات، انفارمیشن ٹیکنالوجی، سافٹ ویئر ڈیولپمنٹ، دواسازی وغیرہ۔ مملکت سعودیہ میں سرمایہ کاری اور کام کرنے والی ہندستانی کمپنیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ ۲۰۲۰ء میں ہندستانی سرمایہ کاری کے لیے ۴۴ نئے لائسنس جاری کیے گئے ہیں۔ قابل تجدید توانائی، پیٹروکیمیکل، زراعت، صحت اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں ۸۱ء۲ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ سعودی عرب نے ۲۰۲۰ میں ہندستان میں سب سے زیادہ براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری بھی کی ہے۔

جیسا کہ ہم نے ۲۳/ستمبر کو سعودی عرب کا ۹۱واں قومی دن منایا ہے، تو ہم ہندستان کے ساتھ اپنی مسلسل شراکت داری کے منتظر ہیں۔ سعودی عرب نے ایک قریبی دوست اور اسٹریٹیجک پارٹنر کے طور پر ہندستان کو اہمیت دی ہے۔ ہماری متحرک ثقافتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی شراکت داری باہمی احترام اور مشترکہ اقدار اور مفادات پر مبنی ہے۔ ان دونوں علاقوں کے دوست صفت افراد کے مفادات کی ترقی کی خاطر مذکورہ تعلقات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔□□

سعودی عرب: خواتین کا مشاہرہ مردوں سے زیادہ

سعودی خواتین ملازمین کی اوسط ماہانہ تنخواہوں میں مرد ملازمین کے مقابلے میں زیادہ اضافہ ہوا۔ سعودی عرب کے ایک اخبار 'الوطن' میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰ء کی دوسری ششماہی میں سعودی خواتین ملازمین کی اوسطاً ماہانہ تنخواہوں میں مرد ملازمین کے مقابلے میں زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰ء کی دوسری ششماہی میں مرد ملازمین کی ماہانہ تنخواہ تین ہزار ۹۲۴ سعودی ریال جبکہ خواتین ملازمین کی ماہانہ تنخواہ چار ہزار ۱۰۵ سعودی ریال تک پہنچ گئی اور خواتین کی ماہانہ تنخواہ میں یہ اضافہ پہلی بار رجسٹرڈ ہوا۔

یہ رپورٹ ہیومن ریسورس اور سوشل ڈیولپمنٹ کی وزارت، سوشل انشورنس کی جنرل تنظیم (جی او ایس آئی) اور ہیومن ریسوس ڈیولپمنٹ فنڈ (ایچ اے ڈی اے ایف) کی نیشنل لیبر آبزرویٹری کے اعداد وشمار پر مبنی تھی۔ رپورٹ کے مطابق اس سے قبل نئے بھرتی ہونے والے سعودی مرد و خواتین ملازمین کی اوسط ماہانہ تنخواہوں میں ۲۰۲۰ء کی پہلی ششماہی کے اختتام پر تقریباً ۲۳/سعودی ریال کا معمولی فرق ریکارڈ کیا گیا تھا، مردوں کی اوسط تنخواہ چار ہزار ۵۳۹، جبکہ خواتین کی تنخواہ چار ہزار ۳۰۸ سعودی ریال تھا۔

رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ سالانہ بنیادوں پر مردوں کی ۶۰۳ سعودی ریال کے مقابلے میں خواتین کی تنخواہوں میں ۶۱۳ سعودی ریال کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا جبکہ سالانہ بنیادوں پر نئے بھرتی سعودی مردوں اور خواتین کی تنخواہوں میں بالترتیب ۶۰۳ سعودی ریال (۳۲ء۱۵ فیصد) اور ۶۱۳ سعودی ریال (۵۹ء۱۶ فیصد) کا اضافہ ہوا۔

دریچۂ پاکستان — **محمود شام**

کیا اسلامی ریاست کے قیام کا وقت آگیا؟

اسلامی نظام کے نعرے تو کئی دہائیوں سے بلند ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اب واقعتاً ایک ایسا فیصلہ کن موڑ آگیا ہے جہاں اسلامی نظام حکومت کا سنجیدگی سے تجربہ کیا جاسکتا ہے۔

کمیونزم ناکام ہوچکا مگر طبقاتی تضادات اسی طرح موجود ہیں۔ مغربی جمہوریت چاہے وہ صدارتی ہو یا پارلیمانی، وہ بھی اکثریت کے لئے مایوس کن ہورہی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے تابوت میں آخری کیل کووڈ-۱۹ نے ٹھونک دی ہے۔ کینبرا سے لے کر واشنگٹن تک ایک بے یقینی اور بے چینی ہے۔ خطرہ محسوس ہورہا ہے کہ سسٹم انسان کو راحت پہنچانے میں نتیجہ خیز نہیں رہا ہے۔ یہ بھی زیر بحث ہے کہ کیا انتخابی نظام ووٹرز کو درست نمائندے منتخب کرنے میں مدد نہیں کررہا ہے۔

امریکہ اور چالیس سے زیادہ ترقی یافتہ، روشن خیال یورپی جمہوریتوں نے افغانستان میں ایک جمہوری مملکت کے قیام کی کوشش کی۔ یہاں ان کے صرف فوجی ہی نہیں تھے بلکہ امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، کینیڈا، اٹلی، جرمنی، نیوزی لینڈ، بلغاریہ، پولینڈ، اسپین، رومانیہ، فن لینڈ، فرانس، ہنگری، ناروے، بلجیم، پرتگال، سویڈن، یونان، آسٹریا اور البانیہ کے ماہرین تعلیم، قانون دان، سماجیات، عمرانیات، فلسفے کے اساتذہ بھی آکر کئی کئی ہفتے کئی دن قیام کرتے تھے۔ افغانستان کے بہت سے اسکالرز ان ملکوں میں جاکر جدید علوم حاصل کرتے رہے۔ سب کی کوشش یہ تھی کہ ایک جدید، حقوق آشنا، پیش بیں، مبنی بر علم افغانستان قائم کرسکیں۔ مگر یہ ساری کوششیں بے سود رہیں۔ اس کے اسباب پر تحقیق تو یورپ امریکہ میں ہوتی رہے گی لیکن انسانوں کی اکثریت کے لئے قابلِ قبول، مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کرنے والے نظام کی کمی محسوس کی جارہی ہے۔ کیا یہ خلا، یہ تجسس، اسلامی اسکالرز کو دعوت نہیں دے رہا ہے کہ اسے اسلامی نظام حکومت سے پر کیا جائے۔ افغانستان میں یورپی مغربی ذہانت، فلسفے، حکمت۔ دستوری شعور ناکام ہوئے ہیں۔ اب پھر ان سے یہی توقع کرنا کہ وہ کوئی اور ایسا جامع نظام تلاش کرلیں گے، جو قیادت کے خلا کو پر کرسکے، محض ایک خام خیالی ہے۔ بلکہ افغانستان میں واقعی ایک آگے بڑھتی ریاست اور جدید علوم کی بنیاد رکھنے والی مملکت قائم کرنے کی آرزو رکھنے والے افغان آئینی ماہرین، پروفیسرز، اسکالر اس وقت سخت خطرے میں ہیں۔

اب ذمہ داری ہے سب سے پہلے تو طالبان رہنماؤں کی جو اعلان کرچکے ہیں کہ ان کی حکمرانی کی بنیاد اسلامی شریعہ ہوگی۔ تمام قوانین میں بنیادی اصول یہ ہوگا کہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ اب فیصلہ کن امر یہ ہوگا کہ شریعت کی حدود کیا ہیں۔ شریعہ کا دائرہ کار کیا طالبان حکمران طے کریں گے۔ اور کیا یہ شریعہ صرف افغانستان تک محدود ہوگی۔ کیا طالبان اس دَور کے تقاضے اور بھٹکتی انسانیت کی آواز پر کان دھرتے ہوئے یہ کوشش نہیں کریں گے کہ وہ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم ملکوں سے اسکالرز کو کابل میں جمع کریں۔ اور ایک ایسا نظام حکمرانی باہمی مشاورت سے تشکیل دیں جو صرف اسلامی ملکوں میں ہی نہیں غیر مسلم ملکوں میں بھی انسانیت کی اعلیٰ اقدار کو تحفظ دے سکے۔ اسلامی بینکاری کو غیر مسلم بھی اپنا رہے ہیں۔ اسلامی ریاست میں اگر جدید و قدیم علوم کا امتزاج، مستحکم معیشت، قانون کی حکمرانی کا تصور دیا جاسکتا ہے۔ معاشرے میں مساوات قائم کی جاسکتی ہے تو غیر مسلم ممالک بھی اسی طرز حکومت کو اپنانے میں تامل نہیں کریں گے۔ مگر یہ اسلامی نظامِ حکمرانی ایسا ہو جسے پہلے مسلم ممالک قبول کریں۔ اور اپنے ہاں اس کے عملی نمونے پیش کریں۔ پہلے اسلامی ملکوں کے حکمرانوں نے مسلم اسکالرز کی سفارشات کو قبول نہیں کیا۔ ایسے میں اسلامی نظام کے خواہشمند نوجوان عسکری اسلام کی طرف راغب ہوتے رہے۔ القاعدہ، طالبان، انصار الاسلام، لشکر طیبہ، اسلامک خراسان اسٹیٹ، داعش اور نہ جانے کون کون سی جہادی تنظیموں نے اسلامی ریاست کے قیام کے لئے مسلح راستہ اختیار کیا جسے خود مسلمانوں کی اکثریت نے بھی پسند نہیں کیا اور ان تنظیموں کا نشانہ بھی زیادہ تر عام مسلمان ہی بنتے رہے۔ یہ عسکری پرتشدد تجربہ ہم مسلمان کرچکے۔ اب اسلامی نظام کی آرزو رکھنے والوں کی حمایت اگر اسلامی فکری تنظیموں کے ذریعے حاصل کی جائے بلکہ جہادی تنظیمیں، اسلامی اسکالرز، مسلم سیاستدان، مسلم ماہرین تعلیم اور اسلامی تاریخ پر تحقیق کرنے والے سب مل کر کوئی راہ دکھا سکتے ہیں۔

انڈونیشیا سے بوسنیا تک مسلمانوں کی خواہش ہوگی کہ طالبان، اسلامی ملکوں کی تنظیم اور دولت مند اسلامی ریاستیں کابل میں ملت اسلامیہ کے قانون دانوں، آئینی ماہرین، اسکالرز، جدید اسلام کے محققین اور خواتین اسکالرز کو جمع کریں۔ اب تک مختلف ملکوں مختلف زمانوں میں زیر عمل لائے گئے ریاستی نظاموں کی ناکامیوں کے اسباب کا جائزہ لیں۔ خامیوں کی نشاندہی کریں۔ نظریات خام تھے یا ان پر عمل مخلصانہ نہیں ہوا۔ مسلمان کئی صدیوں سے یہ دعویٰ کرتے آرہے ہیں کہ ہمارے پاس مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ہمارا دین ہر دور، ہر علاقے، ہر صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنا سکھاتا ہے تو مختلف ممالک اور مسالک کے علماء اور جدید اسکالرز آج کے حالات میں انسان کو آگے لے کر چلنے والا اسلام کا عمرانی، آئینی، قانونی، فقہی، زرعی، صنعتی، مالیاتی، اقتصادی، تعلیمی، طبّی، انفرااسٹرکچر، مواصلاتی اور دفاعی نظام مرتب کریں۔ اکیسویں صدی میں انسان کائنات کو جہاں تک مسخر کرچکا ہے اور اب نئی کائناتوں میں جانا چاہتا ہے۔ سمندر کی تہوں میں تحقیق کررہا ہے۔ ان تمام نئے علوم، سائنسی تجربات انسانی نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مبسوط، باضابطہ، باقاعدہ نظام حکمرانی مرتب کیا جائے۔ اظہار کی آزادی، برداشت اور تحمل پر مبنی جامع اسلامی معاشرے کے خطوط کیا ہوسکتے ہیں۔ ملائشیا اسلامی پارٹی نے تو ۲۷ صفحات پر مشتمل ایک اسلامی ریاست دستاویز بھی تیار کررکھی ہے جس میں ایسی ریاست کے تصور، اسلامی حکومت کے بنیادی اصول، خصوصیات شامل کی گئی ہیں۔ امید ظاہر کی ہے کہ ایک تکثیری معاشرے کو اسلامی نظام حکومت سے خوشحال اور تمام مسائل کا حل مل سکتا ہے۔ ایک واقف حال کا کہنا ہے کہ طالبان ایسا نہیں کریں گے کیونکہ وہ کسی اجتہاد سے اجتناب اور قدیم حنفی وقبائلی تعبیر دین کو معراج باور کرتے ہیں۔ وہ اس کے لئے تو تیار ہیں کہ ابلاغیات، مالیات اور ٹیکنالوجی میں جو چاہے تعاون کرے۔ مگر فکر وخیال کے گیٹ پر بڑا سا تالا لگا کر اس کی حفاظت کو ہی درست سمجھتے ہیں۔

معلوم نہیں یہ رائے کس حد تک درست ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ وقت کا تقاضا ہے کہ اسلامی اسکالرز کو یہ اجتماعی کوشش کرلینی چاہئے۔ ایسا موزوں وقت پہلے تاریخ میں نہیں آیا ہوگا۔ ایسا اجتماع اسلام آباد میں منعقد کرکے اسلام آباد اپنے نام کی لاج رکھ سکتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس سلسلے میں بہت کام کرچکی ہے۔ اس سے استفادہ کیا جائے۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تعلیم کو تحریک بنا کر کام کیجئے

اسلام دنیا کا پہلا اور واحد مذہب ہے جس نے حصولِ علم کو ایک فریضہ کی حیثیت عطا کی اور جس کا حکم یہ ہے کہ مہد سے لحد تک علم حاصل کیا جائے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے مسلمان ہی وہ قوم ہے جس نے اس پوری دُنیا کو علم وتمدن سکھایا اور قدم قدم پر اس کی رہنمائی کی تاہم یہ بات بھی افسوس کے ساتھ نوٹ کی جائے گی کہ اپنے ملک ہندستان میں آج وہی قوم زیورِ علم سے محروم ہے بلکہ اس محروم کے نتیجہ میں بری طرح پسماندگی کا بھی شکار ہے۔ اقلیتی کمیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق آج ہندستان میں مسلمان دوسری اقوام کے مقابلے میں دس گنا زیادہ پسماندگی کا شکار ہیں۔ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق تو مسلمان ہندستان میں دلتوں سے بھی بدتر حالت میں ہیں، جس کی واحد وجہ ان کا تعلیم کے میدان میں پیچھے رہ جانا ہے۔

یہ ایک تلخ سچائی ہے کہ ہندستان کی آزادی کے بعد مسلمان جن مسائل سے دوچار ہیں ان میں ان کی تعلیمی پسماندگی سب سے اہم مسئلہ ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ اس بنیادی مسئلہ کے حل پر ہی باقی تمام مسائل کا حل موقوف ہے۔ اس لیے کہ یہ ہی وہ شاہ کلید ہے جس میں ہر مسئلہ کا حل پنہاں ہے۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ آخر اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ جب تک ہم تعلیم کو تحریک کی شکل نہیں دیں گے اس وقت تک ہم برابر اسی صورتِ حال سے دوچار رہیں گے اور اس تحریک کے لیے ہمیں سب سے زیادہ خود اپنے بچوں پر فوکس کرنا ہوگا۔

اس سچائی سے بہرحال انکار ممکن نہیں ہے کہ تعلیمی پسماندگی ہمارے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے ازالہ کے لیے ہمیں سنجیدگی سے بچوں کو ابتدائی تعلیم کی طرف مائل کرنا ہوگا۔ بچوں میں میں حصولِ تعلیم کے جذبہ، شوق، محنت اور جستجو کو فروغ دینے کی کوشش کرنی ہوگی۔ اس سلسلے میں والدین کی ذمہ داریوں کی بے حد اہمیت ہے کیونکہ وہی بچوں کی تعلیمی آبیاری کا صحیح حق ادا کرسکتے ہیں۔ والدین ہی بچوں میں تعلیم کا شعور اور دلچسپی پیدا کرسکتے ہیں۔ یہ دلچسپی اسی وقت سے پیدا ہوتی ہے جب طالب علم سیکھنے لگتا ہے۔ بچوں میں لکھنے پڑھنے کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے، جیسے جیسے وہ سیکھنے لگتا ہے اس میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ تعلیم کا اصل مسئلہ تعلیم کے زمانے میں اس کے شوق کو برقرار رکھنا ہے۔ عام طور پر والدین بچوں کو اسکول میں داخل کرنے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ان کی ذمہ داری ختم ہوگئی یا پھر پرائیویٹ ٹیوشن کا نظم کردینا کافی سمجھتے ہیں، جبکہ یہ کسی طرح کافی نہیں ہے۔ بچوں کی تعلیم کی مسلسل نگرانی ضروری ہے۔ کم ہی والدین بچوں کو ان کے حصولِ تعلیم میں وقت دیتے ہیں جبکہ یہ بیحد ضروری ہے۔ سمجھدار والدین اس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ وہ اپنی دیگر ضروری سرگرمیوں سے وقت نکال کر بچوں کی تعلیم اور ان کے ہوم ورک میں مدد دیتے ہیں۔ بچوں کو اس طرح وقت دینا ان کی تعلیم کے لیے بے حد مفید ہے۔ اگر والدین پڑھے لکھے نہ ہوں تو بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ ان کی نگرانی پر صرف کریں۔ یہ نگرانی بھی بیحد نتیجہ خیز ہوگی۔ تجربے اس کی تائید وتصدیق کرتے ہیں کہ جو والدین اپنے بچوں کو وقت دیتے ہیں اس سے ان کے بچوں میں نہ صرف شوق پیدا ہوتا ہے بلکہ ان کے اندر خوداعتمادی بھی پیدا ہوتی ہے۔ ہم میں سے کتنے والدین بچوں کو وقت دیتے ہیں، غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ بچہ ابتدائی پانچ برسوں میں جو سیکھتا ہے باقی ساری عمر اس کے برابر سیکھ پاتا ہے۔ اگر ابتدائی عمر میں تعلیم وتربیت کا انتظام ٹھیک نہیں ہوا تو طبعی عمر کے برخلاف ذہنی اور دماغی عمر پیچھے رہ جاتی ہے۔ افسوس کہ عمر کا یہی مفید زمانہ یعنی پیدائش سے پانچ چھ سال تک کا زمانہ ہماری غفلت کی نذر ہوجاتا ہے۔

بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت کے سلسلے میں گھر کے ماحول کی بھی بیحد اہمیت ہے۔ جس گھر میں بچے کتاب، رسالے اور اخبار سے روشناس ہوتے ہیں ایسے گھر قابل قدر ہیں۔ اچھی کتابیں اور تعمیری رسالے بچوں کی تعلیم و تربیت میں بے حد معاون ہوتے ہیں۔ مخربِ اخلاق کتابیں اور رسالے بچوں کے ذہن میں منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ پرسکون فضا بھی گھر کے اچھے ماحول کے لیے ضروری ہے۔ یہاں ٹی وی اور موبائل کے مخربِ اخلاق رول کا ذکر کرنا بیحد ضروری ہے۔ ان دنوں ٹی وی اور موبائل کا بیجا استعمال تعلیمی ماحول کو خراب کرنے میں زیادہ نمایاں رول ادا کرتا ہے۔ لہٰذا بچوں کے والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بچوں کو اس کے غلط استعمال سے بچائیں۔ ماں باپ کی زندگی اور بچوں کے ساتھ سلوک کا بھی بچوں کی تعلیم وتربیت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ گھر کا خوشگوار ماحول بچوں کی تعلیم وتربیت پر خوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ اس کے برعکس گھر کا ماحول لڑائی جھگڑے کا ہو، ماں باپ کے تعلقات خوشگوار نہ ہوں تو بچوں کی تعلیم وتربیت پر بیحد مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تعلیم کا عمل جاری رکھنے کے لیے خوشگوار گھریلو فضا کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کی بھی ضرورت ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام میں ہوم ورک کی بیحد اہمیت ہے۔ اس سے طلبہ کی قابلیت، صلاحیت اور مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے اندر خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ اگر والدین پڑھے لکھے ہوں تو وہ اس کام میں بچوں کی رہنمائی کرسکتے ہیں۔ اگر وہ اس لائق نہیں ہیں تو انھیں ٹیوٹر کی مدد لینی پڑسکتی ہے، لیکن اس صورت میں بھی ان کی نگرانی کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ دونوں صورتوں میں والدین کا بچوں کو وقت دینا ضروری ہے۔ ابتدا ہی سے بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینے، ان کو گھنٹہ دو گھنٹہ وقت دینے سے شاندار نتائج نکلیں گے۔ تعلیم میں انقلاب آئے گا، اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

کچھ والدین اپنے بچوں کے کھیلنے کے خلاف ہوتے ہیں جبک کھیل بچوں کے لیے ضروری ہے۔ کھیل سے نہ صرف وہ جسمانی طور پر صحت مند رہتے ہیں بلکہ ان کی ذہنی تربیت بھی ہوتی ہے۔ ان کے اندر مسابقت اور مقابلے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے اس جذبے کے پروان چڑھنے میں رکاوٹ نہ بنیں۔

متمول لوگ دوسرے غریب بچوں کو تعلیم سے جوڑ سکتے ہیں۔ غربت اور افلاس کی وجہ سے بہت سے غریب بچے یا تو اسکول تک نہیں پہنچ پاتے یا درمیان ہی میں تعلیم کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ ان میں کچھ بچے ذہین ہوتے ہیں، گویا وہ کھلنے سے پہلے ہی مرجھا جاتے ہیں، دردمند حضرات ایسے بچوں کو ڈراپ آؤٹ سے بچا سکتے ہیں۔ بچوں میں تعلیم کو فروغ دینے میں ان کا بہت اہم رول ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان غریب بچوں کے لیے مالی مدد دیں تو یقیناً یہ کارِ عظیم ہوگا۔ ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔

بچوں کی تعلیم سے متعلق مذکورہ باتوں پر اگر سنجیدگی سے عمل کیا جائے تو انشاء اللہ بچوں کی تعلیم میں زبردست پیش رفت ہوگی۔ اب ہمیں سوچنا ہے کہ ہم اپنی سنجیدگی اور اخلاص کا ثبوت کس طرح دیں۔ بچوں کو بہتر تعلیم و تربیت دے کر قوم کو تعلیم یافتہ بنایا جاسکتا ہے اور معیارِ تعلیم کو بھی اونچا کیا جاسکتا ہے۔ یہ رائے ماہرین تعلیم کی ہے اور تاریخ اس کی شاہد ہے۔ جاپان کا نظام تعلیم اس کی درخشاں مثال ہے۔ دوسری عالمی جنگ میں زبردست شکست سے دوچار ہونے کے بعد تعلیم کے سلسلے میں اس کے انقلابی فیصلہ سے دنیا واقف ہے۔ اس فیصلہ سے اس نے تعلیم کو ایک تحریک بنا کر ترقی یافتہ ملکوں میں ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا ہے۔ اسی طرح آج ہم بھی تعلیم کو ایک تحریک بنا کر اپنا وہ کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتے ہیں جو کبھی ہمیں دنیا میں حاصل تھا۔ اسلاف کی وہ میراث جو ہم نے اپنی نادانی و لاپرواہی سے ضائع کردی ہے، عزم محکم اور عمل پیہم کے ذریعہ ہم آج ایک بار پھر اس میراث کو حاصل کرکے اپنے آپ کو اسلاف کا سچا جانشین ثابت کرسکتے ہیں۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جواھر القرآن

سورۂ سجدہ -۳۲ | ترجمہ آیات: ۱۱-۱۲ | **حضرت شیخ الھندؒ**

○ تو کہہ قبض کرلیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف پھر جاؤگے (فٓ)

○ اور کبھی تو دیکھے جس وقت کہ منکر سر ڈالے ہوئے ہوں گے اپنے رب کے سامنے (فٓ) اے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو بھیج دے کہ ہم کریں بھلے کام، ہم کو یقین آگیا (فٓ)

فوائد: —————— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

فٓ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ''یعنی تم اپنے آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل مل کر برابر ہوگئے۔ ایسا نہیں، تم حقیقت میں جان ہو، جسے فرشتہ لیجاتا ہے بالکل فنا نہیں ہوجاتے۔'' (موضح)

فٓ یعنی ذلت وندامت سے محشر میں۔

فٓ یعنی ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے ان کا یقین آ گیا بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجیے، دیکھئے کیسے نیک کام کرتے ہیں۔

انوارِ احادیث

- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بہت سے پراگندہ بال، گرد آلود، پرانی چادروں والے، لوگوں کے دروازوں سے ہٹائے جانے والے، اگر اللہ تعالیٰ (کے بھروسہ) پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا فرمادیں۔ (طبرانی، مجمع الزوائد) فائدہ: اس حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندہ کو میلا کچیلا اور پراگندہ بال دیکھ کر اپنے سے کمتر نہ سمجھا جائے کیونکہ بہت سے اس حال میں رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہوتے ہیں البتہ واضح رہے کہ حدیث شریف کا مقصد پراگندہ بالی اور میلا کچیلا رہنے کی ترغیب دینا نہیں ہے۔ (معارف الحدیث)
- حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی سے محبت کی اور اسی کے لیے دشمنی کی اور (جس کو دیا) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دِیا اور (جس کو نہیں دیا) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نہیں دیا تو اس نے ایمان کی تکمیل کرلی۔ (ابوداؤد)

بی جے پی کی راہ پر چلتے ہوئے کانگریس کی پنجاب میں تبدیلی

کیا چرنجیت سنگھ چنی کانگریس کا ماسٹر اسٹروک ثابت ہوں گے؟

صفحہ اوّل کا بقیہ

امریندر سنگھ ایک طاقتور وزیر اعلیٰ کی پہچان بنائے ہوئے تھے مگر جیسے ہی ہائی کمان کا بدلا ہوا تیور دیکھا ایکدم ڈھیر ہوگئے۔ کانگریس ہائی کمان نے بھی موقع غنیمت جانا اور پنجاب کو ایک ایسا وزیر اعلیٰ دے دیا جو دلت ہے اور امریندر سنگھ سے بھی ان کا رشتہ خوشگوار ہے۔ امریندر سنگھ نے بھی چرنجیت سنگھ چنی کو وزیر اعلیٰ بنانے پر اتفاق کا اظہار کرکے یہ اشارہ دے دیا ہے کہ ان کا اختلاف نوجوت سنگھ سدھو سے ہے چنی سے نہیں۔ انھوں نے سدھو پر حملے تیز کردیئے ہیں۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کانگریس ہائی کمان کا چرنجیت سنگھ چنی کو وزیر اعلیٰ بنایا اس کا ماسٹر اسٹروک ہے یا وہ صرف واچ مین ہی ثابت ہوں گے۔

پنجاب جہاں بتیس فیصد شیڈول کاسٹ لوگ رہتے ہیں اور جس کی ایک سوسترہ سیٹوں میں سے چونتیس سیٹیں ریزرو ہیں وہاں ایک ایس سی چرنجیت سنگھ چنی کو کانگریس کا وزیر اعلیٰ بنانا واقعہ یہ ہے کہ کسی ماسٹر اسٹروک سے کم نہیں ہے۔ وہ پنجاب کے پہلے شیڈول کاسٹ اور گیانی ذیل سنگھ کے بعد دوسرے غیر جاٹ سکھ وزیر اعلیٰ ہوں گے۔ فرقہ وارانہ معیار بنائے رکھنے کے لیے انھوں نے ایک سکھ جاٹ سکھ جندر سنگھ رندھاوا اور ایک ہندو اوم پرکاش سونی کو نائب وزیر اعلیٰ بنایا ہے جس سے قومی سطح پر بھی کانگریس کو فائدہ ہوگا۔ پنجاب میں انتخاب لڑنے والی تمام پارٹیوں بشمول بی جے پی و اکالی دل-بی ایس پی اتحاد نے بھی کسی ایس سی کو نائب وزیر اعلیٰ بنانے کا اعلان کیا تھا مگر وہ کسی نام کے اعلان کرنے سے قاصر رہے اور کانگریس نے بازی مار کر وزیر اعلیٰ ہی ایک دلت کو بنادیا۔

کانگریس قیادت سمجھ رہی ہے کہ یہ تبدیلی کرکے اس نے اینٹی انکم بینسی نیز حکومت مخالف جذبات اور امریندر سنگھ اور نوجوت سنگھ سدھو کے ٹکراؤ سے پارٹی کو بچالیا ہے۔ ایس سی وزیر اعلیٰ بنا کر انھوں نے سب کو خاموش کردیا ہے۔ جو مخالف ہیں وہ بھی ابھی مخالفت نہیں کررہے ہیں۔ چرنجیت سنگھ چنی کا سی ایم بننا ایک خوبصورت صورتِ حال ہے جبکہ یہ صحیح ہے کہ پارٹی قیادت یہاں تک جھٹکے اور دھکے کھاتے ہوئے پہنچی ہے۔ بی جے پی نے چھ مہینے میں چار وزرائے اعلیٰ بدل دیئے، کہیں چہ می گوئیاں نہیں ہوئیں۔ گجرات میں تو پوری وزارت کو ہی بدل ڈالا، بی جے پی قیادت جب تبدیلی کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے تو نہ کوئی وضاحت ہوتی ہے، نہ کوئی تذبذب ہوتا ہے۔ نام پہلے طے ہوتا ہے۔ بی جے پی قیادت کا پارٹی پر اختیار غیر متنازعہ ہے جو کانگریس کی قیادت کے لیے نہیں کہا جاسکتا، اس لیے پنجاب میں کانگریس کو اتنی مشقت کرنی پڑی اور پارٹی ابھی بھی بے چین نظر آرہی ہے۔ جو قیادت خود انتخابات جیتنے کے قابل نہیں ہے اس کی زبردستی نہیں چلا کرتی۔ اسی لیے امریندر سنگھ کو ہٹانے کی مہم اتنی لمبی چلی اور ابھی بھی معلوم نہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ کئی لوگ ناراض ہیں اور گروپ بندی میں اضافہ کا زبردست امکان ہے۔

چرنجیت سنگھ چنی وزیر اعلیٰ تو بن گئے لیکن ان کے سامنے مسائل کا انبار ہے۔ انتخابات کے لیے ضابطہ اخلاق لاگو ہونے میں تقریباً سو دن رہ گئے ہیں۔ انتخابات سے قبل اتنے مختصر وقت میں وہ کیا کرلیں گے؟ وہ امریندر سنگھ کی یہ کہہ کر مخالفت کرتے رہے ہیں کہ وعدے پورے نہیں کیے گئے۔ یہی سدھو کا بھی راگ رہا ہے۔ اب ان کی اپنی باری ہے، ایک خاص شکایت یہ تھی کہ بے ادبی کے معاملہ میں کچھ نہیں کیا گیا۔ سدھو دو خاندانوں میں دوستی کا بھی الزام لگاتے رہے، ان کی شکایت تھی کہ بادل پریوار کے خلاف امریندر سنگھ نے کچھ نہیں کیا۔ یہ بھی شکایت تھی کہ ڈرگس کے معاملہ میں چھوٹی مچھلیوں کو ہی پکڑا گیا ہے، بڑے مگر مچھ کھلے عام گھوم رہے ہیں۔ اب جب اقتدار ان کے ہاتھ میں آ گیا ہے تو پنجاب کے عوام کو امید ہوگی کہ نئی حکومت ان کے خلاف کارروائی کرے گی جنھیں وہ ولن قرار دے چکے ہیں۔ بجلی کمپنیوں کے ساتھ معاہدہ ختم کرنا ہے جس کا پرزور مطالبہ سدھو کرتے رہے ہیں۔ آگے چل کر کسان تحریک کیا صورت اختیار کرتی ہے یہ ابھی معلوم نہیں ہے، اس کی وجہ سے پنجاب میں غیر یقینی صورتحال بنی ہوئی ہے۔

اسی طرح جس طریقہ سے یہ تبدیلی کی گئی ہے اس سے تلخی اور ناگواری میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ امریندر سنگھ کی بڑی شکایت ہے کہ ایک بار نہیں تین مرتبہ ان کی توہین کی گئی۔ سدھو بھی ان کی شان میں مسلسل گستاخی کرتے رہے مگر انھیں روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی بلکہ الٹا انھیں انعام ہی دیا گیا۔ امریندر سنگھ بھی یہ محسوس کرنے میں ناکام رہے کہ راہل گاندھی اور پرینکا واڈرا اب بچے نہیں رہے۔ اب ان کی قوتِ فیصلہ پختہ ہوچکی ہے۔

امریندر سنگھ کو پست کرنے کے لیے اس نوجوت سنگھ سدھو کو آگے کیا گیا جس کا دل بدل کا اپنا ایک ریکارڈ ہے اور جس نے حال ہی میں انتباہ دیا تھا کہ اگر ان کی بات نہیں سنی جاتی تو پارٹی کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ امریندر زخمی ہیں جو نئے سی ایم کی حلف برداری تقریب سے ان کی غیر حاضری سے بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن امریندر سنگھ کے سامنے بھی متبادل محدود ہیں۔ نئی پارٹی قائم نہیں کرسکتے، بی جے پی میں جا نہیں سکتے، مقبولیت میں کمی آئی ہے۔ عمر زیادہ ہوگئی ہے، ان کے دور کا اختتام سامنے ہے لیکن نوجوت سنگھ سدھو کو وہ ضرور برباد کرسکتے ہیں۔

کانگریس قیادت سمجھ رہی ہے کہ یہ تبدیلی کرکے اس نے اینٹی انکم بینسی نیز حکومت مخالف جذبات اور امریندر سنگھ اور نوجوت سنگھ سدھو کے ٹکراؤ سے پارٹی کو بچالیا ہے۔ ایس سی وزیر اعلیٰ بنا کر انھوں نے سب کو خاموش کردیا ہے۔ جو مخالف ہیں وہ بھی ابھی مخالفت نہیں کررہے ہیں۔

اندھیری کوٹھری میں صرف امریندر سنگھ ہی نہیں اور بھی بہت سے سینئر لیڈر ہیں۔ سنیل جاکھڑ ایک وقت وزیر اعلیٰ منتخب ہوتے ہوئے لگ رہے تھے۔ میڈیا نے یہ خبر بھی شائع کردی تھی کہ ممبرانِ اسمبلی میں انھیں سب سے زیادہ تائید حاصل ہے لیکن وہ رہ گئے کیونکہ نوجوت سنگھ سدھو نے اس وجہ سے ان کی مخالفت کی کہ وہ ہندو ہیں، اس سے جہاں ہندوؤں میں ناراضگی بڑھے گی کہ حمایت ہم دیتے ہیں مگر ہندو وزیر اعلیٰ نہیں بن سکتا، وہیں سنیل جاکھڑ بھی اظہارِ ناراضگی کررہے ہیں۔ کانگریس قیادت بھی جوابدہ ہے کہ ان کا سیکولرزم اتنا کمزور کیوں ہے کہ وہ پنجاب میں ایک ہندو کو وزیر اعلیٰ بنانے کے لیے تیار نہیں ہیں؟ سکھ جندر سنگھ رندھاوا اس لیے ناراض ہیں کہ وہ بھی وزیر اعلیٰ کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے کیونکہ ان کے دوست نوجوت سنگھ سدھو نے ہی، جن کے ساتھ مل کر انھوں نے امریندر سنگھ کے خلاف مہم چلائی تھی، ان کے نام پر اعتراض کردیا جبکہ ان کے گھر پر مٹھائیاں بھی تقسیم ہونی شروع ہوگئی تھیں۔ برہم مہندرا آزردہ ہیں کہ ان کی سنیارٹی کے باوجود انھیں نائب وزیر اعلیٰ نہیں بنایا گیا۔ نئے وزیر اعلیٰ اور پارٹی ہائی کمان کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ ہوگی کہ نوجوت سنگھ سدھو کو کیسے سنبھالا جائے۔ سدھو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے کندھوں پر بندوق رکھ کر امریندر سنگھ کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اب اپنے اس استعمال کی وہ قیمت مانگ رہے ہیں۔

یہ بھی خبر ہے کہ وزیر اعلیٰ نہ بنائے جانے پر وہ میٹنگ سے باہر آ گئے تھے۔ انھیں منانے کے لیے ہریش راوت کو اعلان کرنا پڑا کہ اسمبلی انتخاب سدھو کی قیادت میں لڑا جائے گا۔ حیرانی ہے کہ ہریش راوت جیسا بزرگ سیاستداں ایسا بے تکا بیان دے رہا ہے۔ اگر سدھو کو ہی انتخابی چہرہ ہونا ہے تو پھر چنی کیا کریں گے؟ ایک طرف آپ یہ کریڈٹ لینے کی کوشش کررہے ہیں کہ آپ نے ایک شیڈول کاسٹ کو وزیر اعلیٰ بنادیا اور دوسری طرف ان کے سر پر سدھو کو بٹھایا جارہا ہے۔ کتنا عجیب تماشہ ہے۔ سنیل جاکھڑ نے بھی ٹویٹ کیا ہے کہ راوت کا یہ بیان کہ انتخاب سدھو کی قیادت میں لڑا جائے گا، حیران کرنے والا ہے۔ یہ بیان وزیر اعلیٰ کے عہدہ کے اختیار کو نہ صرف کھوکھلا کرنے والا ہے بلکہ اس عہدہ کے لیے ان کے انتخاب کے مقصد کو ہی ختم کردینے والا ہے۔

ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ کمان سدھو کو وزیر اعلیٰ بنانا چاہتا تھا، مگر ایسی صورتِ حال میں بنا نہیں سکا، حیرانی کی بات یہ ہے کہ سدھو کے بارے میں امریندر سنگھ کے اس بیان کو کہ پاکستانی حکومت سے سدھو کی نزدیکیاں ہیں، ہائی کمان نظرانداز کرگیا۔ امریندر سنگھ نے تو سدھو کی قومی سلامتی کونسل کے لیے خطرہ تک بتایا ہے۔ یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ عام طور پر بیباک ہوجانے والے سدھو پاکستان کی شرارت پر کبھی اپنا منہ نہیں کھولتے۔

ہمارے خیال میں حالات سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ کمان سدھو کو وزیر اعلیٰ بنانا چاہتا تھا، مگر ایسی صورتِ حال میں بنا نہیں سکا، حیرانی کی بات یہ ہے کہ سدھو کے بارے میں امریندر سنگھ کے اس بیان کو کہ پاکستانی حکومت سے سدھو کی نزدیکیاں ہیں، ہائی کمان نظرانداز کرگیا۔ امریندر سنگھ نے تو سدھو کی قومی سلامتی کونسل کے لیے خطرہ تک بتایا ہے۔ یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ عام طور پر بیباک ہوجانے والے سدھو پاکستان کی شرارت پر کبھی اپنا منہ نہیں کھولتے۔ اس خاموشی کے کانگریس کو دو نقصان ہوں گے۔ سدھو کی عمران، باجوا کی مذکورہ دوستی کو بی جے پی انتخابات میں اُچھالے گی۔ صرف پنجاب میں ہی نہیں بلکہ باہر بھی کہ پنجاب میں کانگریس کا چہرہ وہ ہے جس پر ان کا ہی سابق وزیر اعلیٰ ملک مخالف ہونے کا الزام لگا چکا ہے۔ دوسرا اس کا اثر پنجاب کی بڑی آبادی پر پڑے گا جو پاکستان کی شرارت سے واقف ہے۔ اگر سب کچھ سدھو کے حوالہ کردیا گیا تو کانگریس ہندوؤں کی حمایت گنوا بیٹھے گی۔ دوسری طرف اگر چرنجیت سنگھ چنی کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی تو شیڈول کاسٹ ناراض ہوجائیں گے۔ ابھی سدھو-چنی کو حمایت دے رہے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کب تک؟ نوجوت سنگھ سدھو نے جو لڑائی لڑی ہے وہ کسی اور کو وزیر اعلیٰ بنانے کے لیے نہیں لڑی۔ ابھی سے وہ تاثر دے رہے ہیں کہ جیسے یہ ان کی ہی حکومت ہے۔ ایک اخبار کی یہ سرخی کہ 'وزیر اعلیٰ چنی بنے لڈو سدھو کو کھلائے جارہے ہیں' بہت کچھ بیان کررہی ہے۔ نئے وزیر اعلیٰ سے ہمدردی ہے۔ خزانہ خالی ہے۔ جاٹ، سکھ اور شہری ہندو اسے کیسے قبول کرتے ہیں، یہ بھی دیکھنے کی بات ہے۔ پارٹی میں گروہ بندی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ امریندر سنگھ کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ وہ اپنی بے عزتی کو ہضم نہیں کرسکیں گے۔ اوپر سے چنی پر نوجوت سنگھ سدھو جیسے تیز طرار لیڈر کو مسلط کردیا گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جسے اس وقت ماسٹر اسٹروک سمجھا جارہا ہے وہ نائٹ واچ مین ثابت ہوجائے اور اس طرح انتخابات سے پہلے کے آخری اوور تو چنی سے کھلوائے جائیں اور اگر وہ جیت جائیں تو بیٹنگ سدھو کو سونپ دی جائے۔

بہرحال انجام کیا ہوتا ہے اس کے لیے زیادہ انتظار کی زحمت شاید اُٹھانی نہیں پڑے گی، چنی کو کام کے لیے صرف سو دن ملے ہیں انھوں نے ان سو دنوں میں اگر کچھ کر دِکھایا اور خود کو سدھو کے جال سے بچائے رکھا تو سمجھ لیجیے کہ وہ ایک باصلاحیت وزیر اعلیٰ ہیں اور اگر وہ سدھو کے سحر سے اپنے آپ کو آزاد نہ کرسکے تو آئندہ سال فروری میں ہونے والا اسمبلی انتخاب نہ صرف چنی حکومت بلکہ پوری کانگریس کے لیے ہی پنجاب میں واٹرلو ثابت ہوگا۔ ☐☐

میزان

مولانا عبدالعزیز، بھوپال

اسلام دنیا کا سب سے امن پسند مذہب ہے

جن لوگوں نے بھی اسلام کا سچائی اور دیانت داری سے مطالعہ کیا ہے وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اسلام دنیا کا سب سے امن پسند مذہب ہے۔ اسلام کی تعلیم وہدایت کے دو سرچشمے ہیں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ، قرآن مجید میں شروع سے آخر تک امن پسندی اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ انسانی جان ہی کا نہیں ہر جاندار کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ناحق کسی کا قتل کرتے ہیں وہ ساری انسانیت کے قاتل ہیں۔ قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ برائی کو احسن طریقے سے بھلائی سے دفاع کرو کیوں کہ یہ برائی اور بھلائی دونوں یکساں نہیں ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کے اس طریقہ کو اگر اپناؤ گے تو دیکھو گے جو تمہارا اکٹر دشمن ہے وہ تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اخلاق اور امن پسندی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس بات کا اعتراف واقرار غیروں نے بھی کیا ہے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اس وقت جن لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہی حالانکہ ان کے ہاتھ مسلمانوں اور دلتوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور آئے دن ان کے ہاتھوں سے کسی مسلمان یا دلت کا خون ہوتا ہے۔ مہاراشٹر کے سابق انسپکٹر جنرل آف پولیس ایس ایم مشرف نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے کہ ہندستان کی سب سے خطرناک دہشت گرد تنظیم آر ایس ایس ہے۔ یہ کتاب دو تین سال پہلے لکھی گئی اور ہندستان کی اکثر زبانوں میں دستیاب ہے کسی نے بھی جناب ایس ایم مشرف کی پیش کردہ سچائیوں اور ثبوتوں کو چیلنج نہیں کیا ہے۔ آج جو لوگ خود امن وامان کے سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے ہیں جنہوں نے مسلمانوں، دلتوں اور عیسائیوں کا خون بہا بہا کر ہندستان کی زمین کے چہرے کو رنگین کردیا ہے اور بے شرمی اور بے حیائی سے دوسروں پر آئے دن ڈاکے ڈال رہے ہیں آخر انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ اسلام پر وہ الزام عائد کریں جس کی فرد جرم خود ان پر لگنی چاہئے۔ خبر ہے کہ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں نیشنل سیکوریٹی اسٹڈیز سنٹر قائم کیا جارہا ہے جس میں اسلامی دہشت گردی کے عنوان سے ایک موضوع پڑھایا جائے گا اس خبر کے آنے کے بعد ہی ملک کے کونے کونے سے اس کی مخالفت شروع ہوئی ہے۔

> اسلامی دہشت گردی کی اصطلاح یورپ اورامریکہ کے دشمنِ اسلام کا ایجاد کردہ ہے اور یہ خاص طور سے ۹/۱۱ کے بعد مغرب ممالک نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے پروپگنڈہ کرنا شروع کیا، یہود ونصاریٰ دونوں نے اس میں رنگ بھرا اور مغربی صحافت اسے لے اڑی۔

اسلامی دہشت گردی کی اصطلاح یورپ اور امریکہ کے دشمنِ اسلام کا ایجاد کردہ ہے اور یہ خاص طور سے ۹/۱۱ کے بعد مغرب ممالک نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے پروپگنڈہ کرنا شروع کیا، یہود ونصاریٰ دونوں نے اس میں رنگ بھرا اور مغربی صحافت اسے لے اڑی۔ اب جو لوگ ہمارے ملک میں لوگوں کو دہشت گردانہ حملہ کررہے ہیں اس رخ کو موڑنے کے لئے اسلامی دہشت گردی کا شگوفہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں اور ملک کی ایک ایسی یونیورسٹی کا انتخاب کیا ہے جس کا معیار بہت اونچا ہے۔ ایک طرف اس یونیورسٹی کا معیار گرانا مقصد ہے اور دوسری طرف بھگوا دہشت گردی کا رخ موڑ کر اسلام کی طرف کردینا ہے۔ درس گاہوں کے نصاب کو بھی بھگوا رنگ میں رنگنے کی کوشش اس وقت سے شروع ہوئی ہے جب اٹل بہاری باجپائی وزیر اعظم کی کرسی پر فائز تھے، اچھی بات یہ ہے کہ یونیورسٹی کے اندر سے اسلامی دہشت گردی کی اصطلاح کے خلاف آواز اٹھنی شروع ہوئی ہے۔ دہلی کی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر ظفر الاسلام نے اس کا سخت نوٹس لیا ہے اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو خط لکھ کر بتایا کہ جو کچھ آپ کرنے جارہے ہیں یہ سراسر مجرمانہ فعل ہے اس سے باز آجایئے۔ ضرورت ہے کہ جو لوگ جواہر لعل یونیورسٹی میں ہیں یونیورسٹی کے ماحول کو مکدر بنانے والی اور فرقہ پرست طاقتوں کے خلاف آواز بلند کریں اور کسی قیمت پر یونیورسٹی کو فرقہ پرستوں کا مرکز بننے نہ دیں۔ بھگوا طلبہ تنظیم، بائیں بازو کی طلبہ تنظیم اور کانگریس کی طلبہ تنظیم سے لڑتے لڑتے شاید تھک گئی ہے، اب وہ مسلمانوں کی طرف اپنا رخ پھیر رہی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ مسلمان اور دلت نرم چارہ ہیں ان کو اذیت پہنچانا اور ان کو بدنام کرنا آسان ہے۔ دلت تو بھگوا بریگیڈ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے حالات سازگار نہیں ہیں پھر بھی علمی سطح پر بھگوا بریگیڈ کے خلاف آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے اور اسلام کی سچائی اور حقانیت کو اچھے طریقے سے اجاگر کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ رمضان کے بعد ایک ایسی مہم بھی چلائی جائے جس کا عنوان ہو اسلام سب کے لئے ہے تاکہ اسلام کی امن پسندی اور صلح پسندی سب کے سامنے واضح ہوسکیا ور بھگوا دہشت گردوں کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آجائے کہ آخر اسلام جیسے امن پسند اور صلح پسند مذہب کو کیوں بدنام کرنا چاہتے ہیں؟ □□

گوشہ روزگار

اپنے شوق کو اپنا کیریئر بنائیں

میں آکانکشا کماری ہوں، جو پیلے رنگ سے محبت کرتی ہے اور تاریک دنیا مجھے موہ لیتی ہے۔ میری آنکھیں تنگ گلیوں اور زیرزمین کوئلے کی کانوں کے ٹیڈی سے بھری پٹریوں پر چمکتی ہیں۔ اس تاریک اندھیرے میں میں اپنے خواب کو ہیرے کی طرح چمکتا ہوا محسوس کرتی ہوں۔ جب میں نے اس تاریک دنیا میں قدم رکھا تو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کوئلے کی کان میں کام کرنے والی ملک کی پہلی خاتون انجینئر بنوں گی۔ بچپن سے میرے معصوم ذہن میں ایک سوال اٹھتا تھا کہ کیا یہ زمین ایک دن ڈوب جائے گی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ جب میں جوان تھی اور دریا یا آبشار کے کنارے گیلی ریت میں اپنے پاؤں ڈال کر گھر بنایا کرتی تھی تو جیسے ہی اپنے پاؤں باہر نکالا تو ریت کا گھر گر گیا۔ میں جھارکھنڈ کے ہزاری باغ ضلع برکا گاؤں کی ہوں۔ میرے آس پاس کا علاقہ کوئلے کی کانوں سے بھرا ہوا ہے۔ کوئلہ نکلتا اور سینکڑوں ٹرک اس کے ساتھ نکل جاتے۔ پھر کچھ دنوں بعد ذہن میں ایک اور سوال پیدا ہوا کہ جب پاؤں ہٹایا جاتا ہے تو ریت کا گھر گرجاتا ہے، پھر کان کیوں نہیں گرتی؟ سچ پوچھیں تو اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہوئے میں زیرزمین کوئلے کی کانوں میں پہنچی۔

میں نے اپنی گریجویشن مائننگ انجینئرنگ میں برسا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سندری، دھنباد سے کی۔ مجھے یاد ہے جب میں کاؤنسلنگ کے لیے پہنچی اور وہاں بیٹھے لوگوں نے میرے فارم پر کان کنی کی انجینئرنگ دیکھی تو وہ حیران بھی ہوئے اور تھوڑے پریشان بھی۔ انھوں نے مجھے ایک بار اور سوچنے کا مشورہ دیا لیکن جب میں اپنے سوال کا جواب چاہتی تھی تو کسی اور چیز کے بارے میں کیسے سوچ سکتی تھی۔ میں نے فوراً کہا، نہیں جناب میں صرف کان کنی انجینئرنگ پڑھنا چاہتی ہوں۔ شروع میں اکثر کلاس میں بیٹھ کر سوالات کے ساتھ تاریک دنیا کے دورے پر جاتی تھی۔ اس دوران میرا جوش ساتویں آسمان پر ہوتا، تاہم آہستہ آہستہ کتابوں اور اساتذہ کی مدد سے سوال کا جواب تو مل گیا مگر کالج کی چار سال کی تعلیم میں دور دور تک کوئی لڑکی دوست نہیں تھی۔ پھر ایک بار یہ محسوس ہوا کہ غلط فیصلہ تو نہیں لیا گیا تاہم تاریک دنیا کے ساتھ میرے سحر نے مجھے کبھی بھی کسی راستے پر بھٹکنے نہیں دیا۔ میرے خاندان میں میری ماں اور والد سمیت تین بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ باپ استاد ہیں اور ماں گھریلو خاتون۔ میں نے نوودیہ ودیالیہ سے بارہویں تک تعلیم حاصل کی ہے۔ سال ۲۰۱۴ء میں جب میں نے مائننگ انجینئرنگ سے بی ٹیک کرنے کی خواہش ظاہر کی تو پاپا یہ سن کر تھوڑا پریشان ہوئے کہ میں زیرزمین کانوں میں کام کروں گی لیکن انھوں نے کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے اپنے کچھ دوستوں سے بات کی اور ہاں کہا، تاہم جس نے بھی سنا ہوگا، اس نے ضرور کہا ہوگا، کیا ایک لڑکی کوئلے کی کانوں میں کام کرے گی؟ اس پورے سفر میں میرے خاندان نے میرا مکمل ساتھ دیا، تب ہی میں ایک مختلف راستے تک پہنچنے میں کامیاب رہی۔ سال ۲۰۱۸ء میں کان کنی کی انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے راجستھان میں ہندستانی زنک لمیٹڈ کی بلیریا مائنز میں کام کیا، لیکن ذہن زیرزمین کوئلے کی کانوں کی سرنگوں میں پھنس گیا۔ وہاں کانوں سے دھات نکالنے کے لیے بلاسٹنگ کی گئی، جبکہ کوئلے کی کانوں میں کوئلہ سرنگ کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ جب مجھے ۲۴ر اگست ۲۰۲۱ء کو سینٹرل کول فیلڈز لمیٹڈ کی زیرزمین کول مائنز میں کام کرنے کا موقع ملا تو ایسا لگا جیسے برسوں کی تپسیا ختم ہوگئی ہو۔ میری ذاتی زندگی بالکل عام لڑکیوں کی طرح ہے۔ مجھے سفر کرنا اور نئی جگہوں کو تلاش کرنا پسند ہے۔ گھریلو کاموں میں ماں کی مدد کرنے کے علاوہ کھانا پکانا بھی پسند ہے۔ میں بریانی کھانے کی دیوانی ہوں۔ میں گانے بھی سنتی ہوں اور اگر چاہوں تو ان پر ڈانس بھی کرسکتی ہوں۔ میں اپنے ملک کی تمام خواتین اور بہنوں خاص طور پر انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ جب آپ اپنے جذبے کو اپنا کیریئر بناتی ہیں تب رکاوٹیں آسکتی ہیں لیکن آخر میں آپ وہ حاصل کرلیں گی جو آپ چاہتی ہیں۔ □□

دریچے

م-س-ج-

کورونا ویکسین اب بچوں کو بھی

دنیا بھر میں کورونا وائرس کے کیس ابھی بھی سامنے آرہے ہیں اور کئی ممالک میں ویکسی نیشن کا عمل بھی جاری ہے۔ کورونا وائرس سے نمٹنے کے لیے بڑے پیمانے پر ویکسین لگانے کا عمل بھی جاری ہے تاہم کئی ممالک نے اب اس عمل کو تیز کرتے ہوئے اپنے اٹھارہ برس سے کم عمر افراد کو بھی ویکسین لگانے کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔ برطانیہ میں بھی دو سے پندرہ برس کے بچوں کو کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے فائزر کی ویکسین دی جائے گی تاہم ابھی انھیں اس ویکسین کی صرف ایک خوراک دی جائے گی۔ اس کے علاوہ کچھ دیگر ممالک بھی بچوں کو ویکسین لگا رہے ہیں لیکن طریقہ کار مختلف ہے۔ آیئے اس تحریر میں ہم مختلف ممالک میں بچوں کو لگائے جانے والی ویکسین کا جائزہ لیتے ہیں۔

انڈیا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی نوعمر آبادی دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور یونیسیف کے مطابق انڈیا میں ۲۵ کروڑ ۳۰ لاکھ افراد کی عمر اٹھارہ برس سے کم ہے۔ قومی سطح کے ایک سروے کے تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق عالمی وبا کے آغاز سے اب تک ۶۰ فیصد بچوں کو کورونا وائرس سے متاثر ہونے کا خطرہ رہا اور ممکنہ طور پر ماضی میں ہونے والے انفیکشن سے ان میں کچھ قوتِ مدافعت بھی پیدا ہوئی ہے۔ اگست میں ملک کی ڈرگ ریگولیٹری اتھارٹی نے بارہ سال اور اس سے زیادہ عمر کے تمام افراد میں مقامی دواساز کمپنی زائڈس کیڈیلا کی تیار کردہ نئی ویکسین کو ہنگامی طور پر استعمال کی اجازت دی۔ اس ویکسین کی تین مختلف خوراکیں روایتی سرنج کے بغیر دی جارہی ہیں۔ اس دواساز کمپنی نے اس امید کا اظہار کیا ہے کہ وہ جلد ہی دو برس اور اس سے زیادہ عمر کے بچوں میں بھی اس ویکسین کے ٹرائل کرے گی۔ حکومت کے سائنسی مشیروں نے کہا ہے کہ بارہ سے سترہ برس کے ایسے بچوں کو جن کو صحت کے سنگین مسائل ہیں، ویکسین لگانے کا عمل اکتوبر سے شروع ہوسکتا ہے لیکن بڑے پیمانے پر بچوں کو ویکسین لگانے کا عمل تب ہی ممکن ہے جب بڑی عمر کی تمام آبادی کو ویکسین لگ جائے۔ دوسری جانب جون میں چین نے تین سے سترہ برس تک کے بچوں کے لیے سائنوویک ویکسین کی منظوری دی، جس کے بعد وہ اس عمر کے افراد کے لیے ویکسین کی منظوری دینے والا دنیا کا پہلا ملک بن گیا۔ چین نے اس برس کے اختتام تک اپنی ایک ارب چالیس کروڑ کی آبادی میں سے اسّی فیصد کو ویکسین لگانے کا ہدف مقرر کر رکھا ہے لیکن ایسا اٹھارہ برس سے کم عمر افراد کو ویکسین لگائے بغیر ممکن نظر نہیں آتا۔ چین کے علاوہ سائنوویک ویکسین ایشیا، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے کئی ممالک میں بھی استعمال ہورہی ہے۔ امریکہ اور کینیڈا میں مئی کے مہینے میں ہی بارہ برس اور اس سے زائد عمر کے افراد کو فائزر کی ویکسین دینے کا عمل شروع ہوا جہاں تین ہفتوں کے وقفے سے اس ویکسین کی دو خوراکیں دی جارہی ہیں۔ جولائی کے آخر تک بارہ سے سترہ برس کے بیالیس فیصد بچوں کو ویکسین کی پہلی خوراک مل چکی ہے جبکہ ۳۲ فیصد کو فائزر یا موڈرنا کی دوسری خوراک بھی دے دی گئی ہے۔

ڈنمارک میں بارہ سے پندرہ برس جبکہ اسپین میں بارہ سے انیس برس سے زائد بچوں کو ویکسین کی کم ازکم ایک خوراک دی جاچکی ہے۔

اس لحاظ سے فرانس میں خاصی تیزی دیکھی گئی ہے جہاں بارہ سے سترہ برس کے ۶۶ فیصد بچوں کو ویکسین کی ایک خوراک جبکہ ۵۲ فیصد کو ویکسین کی دونوں خوراکیں دی جاچکی ہیں۔ جون میں جرمنی کے سائنسی مشیروں نے تجویز دی کہ بارہ سے پندرہ برس کے ایسے بچے جنھیں صحت کے مسائل ہیں انھیں ویکسین لگائی جائے لیکن اگست میں وائرس کی ڈیلٹا قسم کے پھیلاؤ کے سبب بارہ برس کے تمام بچوں کو ویکسین لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ سویڈن میں بارہ سے پندرہ برس کی عمر کے صرف وہ بچے ویکسین لگوا سکتے ہیں جنھیں پھیپھڑوں کی بیماری، دمہ یا کوئی مہلک مرض لاحق ہو۔

ناروے یورپی یونین کا حصہ تو نہیں لیکن اس نے حال ہی میں بارہ سے پندرہ برس کے بچوں کو ویکسین لگانے کا عمل شروع کیا ہے تاہم ابھی ویکسین کی صرف ایک خوراک دی جائے گی جبکہ دوسری خوراک کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔

مایوس پاکسانی کی تصویر میمز میوزیم کا حصہ بن گئی

پاکستان کرکٹ ٹیم کے میچ کے دوران پاکستانی مداح کی مایوسی کی حالت میں کھینچی گئی تصویر کو ہانگ کانگ کے میوزیم آف میمز کا حصہ بنا دیا گیا۔ اس کے بارے میں خود میم والے محمد صارم اختر نے مائیکرو بلاگنگ ویب سائٹ پر اپنے بیان میں بتایا۔ انھوں نے ایک ویڈیو شیئر کی جس میں اس میوزیم میں موجود تمام میمز کو آویزاں کیا گیا تاہم صارم نے ویڈیو ٹائم لائن کا وقت بتاتے ہوئے کہا کہ اس میں میری مشہورِ زمانہ میم کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ صارم اختر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا کہ میں ہانگ کانگ کے میوزیم آف میمز کا حصہ بن گیا۔ خیال رہے کہ صارم کی اس مایوسی کی وجہ ۲۰۱۹ء کے کرکٹ ورلڈ کپ میں آسٹریلیا کے خلاف پاکستانی فیلڈر آصف علی کی جانب سے ڈیوڈ وارنر کا کیچ گرایا جانا تھا۔ یوں تو میدان میں موجود ہزاروں پاکستانی مداحو نے اس کیچ پر مایوسی کا اظہار کیا تھا تاہم صارم پر کیمرہ رُک گیا اور ان کی یہ ویڈیو ریکارڈ ہوگئی۔ ان کا یہ کلپ سوشل میڈیا پر آگ کی طرح پھیلا اور وائرل ہوگیا۔

دس سالہ بچے نے دسویں جماعت کا امتحان پاس کرلیا

ایک دس سالہ بچے نے دسویں جماعت کا امتحان پاس کرکے سب کو حیران کردیا۔ اترپردیش کے شہر لکھنؤ میں ایک انوکھے واقعے میں سیکنڈری بورڈ نے دس سالہ بچے کو دسویں جماعت کے امتحان میں بیٹھنے کی خصوصی اجازت دی تھی۔ دس سالہ طالب علم آدتیہ کرشنا نے اپنے اساتذہ کو مایوس نہیں کیا اور دسویں کے امتحان میں ۷۹ فیصد نمبر حاصل کرکے بورڈ کا فیصلہ درس ثابت کردیا۔ بھارت میں دسویں جماعت میں شرکت کے لیے عمر چودہ سال سے کم نہیں ہونا چاہیے تاہم تعلیمی بورڈ کو باصلاحیت اور ذہین بچوں کے لیے عمر کی حد میں کمی کرنے کا اختیار ہے۔

میں نے ہر کام قانون کے مطابق کیا ہے، قانون ہی میرا رہبر ہے

مرکز کی مدد ضروری ہے، سدھو پر بھروسہ کرنا بیوقوفی ہے

پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ کیپٹن امریندر سنگھ کا ایک انٹرویو

پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے استعفیٰ دینے کے بعد کیپٹن امریندر سنگھ سرخیوں میں ہیں۔ وزارتِ علیا کا عہدہ اگرچہ نہیں رہا لیکن وہ ابھی بھی شاہی انداز میں صوبہ کی سیاست میں اپنی اہمیت بنائے ہوئے ہیں۔ کانگریس ہائی کمان کے تئیں تو ان کے تیور سخت ہیں۔ انھیں برطرف کرنے میں اہم رول ادا کرنے والے نوجوت سنگھ سدھو کو وہ کسی صورت میں معاف کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں۔ ان کے اس حملہ آور رخ کو دیکھتے ہوئے جہاں کانگریس میں بے چینی ہے، وہیں اس کی مخالف پارٹیاں خوش ہیں۔ کیپٹن کے تعلق سے پارٹی رہنماؤں کی مخالفت، وزیر اعلیٰ کا عہدہ جانے کے بعد بنے حالات اور ان کی مستقبل کی سیاست پر ان سے بات چیت کی گئی۔ پیش ہے ان کے خاص حصے۔

س: آپ کی پارٹی کے کئی لیڈر الزام لگا رہے ہیں کہ آپ نے ڈرگس معاملہ میں مجیٹھیا اور بے ادبی معاملہ میں بادلوں پر کوئی کارروائی نہیں کی؟

ج: وہ چاہتے ہیں کہ میں مجیٹھیا کو جیل میں ڈال دوں۔ میں کیسے ایسا کردوں یا بہبل کلاں، کوٹک پورہ، برگاڑی پر بادلوں کو اندر کردوں مگر قانون نام کی بھی کوئی چیز ہے۔ میں قانون کے مطابق کام کررہا تھا۔ خیر اب تو ان کی حکومت ہے، انھیں کون روک رہا ہے۔ جاؤ اور بادلوں و مجیٹھیا کو کردو

پچھلے ساڑھے چار سال میں میں نے ایک وزیر نکالا اپنے کیبنٹ سے اور وہ سدھو تھا کیونکہ وہ بے صلاحیت وزیر ثابت ہوا۔ اس کے محکمے میں سات مہینہ تک بغیر نمٹائے فائلیں پڑی رہیں جبکہ وہ ہمارے لیے بہت اہم محکمہ تھا۔ شہروں کی ترقی اس کے تحت آتی ہے اس لیے مجھے سدھو کو نکال کر برہم مہندرا کو یہ وزارت سونپنی پڑی۔

اندر۔ کل امرتسر میں پوچھا تھا چنی سے کہ اب بادلوں کا کیا کروگے تو انھوں نے کہا کہ وہ تو ہمارے بھائی ہیں، پکڑلو بھائی کو جاکر۔ بہبل کلاں، کوٹک پورہ، برگاڑی، جواہر کے میں چار الگ الگ ایس آئی ٹی کام کررہی ہیں۔ انیس لوگ گرفتار کیے گئے، جو اب ضمانت پر ہیں۔ ڈرگس کی اسمگلنگ میں ۶۶۰۰۰ گرفتار کیے۔ ۴۲۰۰۰ ابھی بھی جیل میں ہیں۔ پانچ کنگ پن غیر ممالک سے پکڑ کرلائے۔ انھیں ہم مرکزی حکومت کی مدد کے بغیر تو نہیں لاسکتے تھے۔ اب کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ میں مرکزی سرکار سے جاکر ملتا تھا لیکن مرکز کی مدد کے بغیر کون سا صوبہ کام کرسکتا ہے۔

س: سکھ جندر سنگھ رندھاوا کا کہنا ہے کہ جیسے پرتاپ باجوا کو ہٹا کر آپ کو صدر بنایا گیا تھا تو اب اگر تبدیلی کی آواز بلند ہوئی تھی تو دقت نہیں ہونی چاہیے تھی؟

ج: اچھا تو کل رندھاوا کیوں سدھو سے لڑا تھا۔ رندھاوا وزیر داخلہ بننا چاہتا تھا لیکن سدھو کہتا تھا کہ وہ اسے ہوم منسٹر نہیں بنانے دیں گے۔ سدھو کون ہے یہ فیصلہ کرنے والا۔ اگر رندھاوا چاہتا ہے تو بطور وزیر اعلیٰ یہ چنی کو فیصلہ کرنا ہے کہ کسے کونسا محکمہ دینا ہے۔

س: آپ نے کہا تھا کہ وزیر اعلیٰ کے عہدہ پر سدھو منظور نہیں، ہائی کمان نے آپ کی بات مانی جو چنی کو لے آئے؟

ج: میں یہ نہیں کہوں گا مگر چنی اچھے آدمی ہیں۔ وہ سدھو سے سو گنا بہتر ہیں۔ پچھلے ساڑھے چار سال میں میں نے ایک وزیر نکالا اپنے کیبنٹ سے اور وہ سدھو تھا کیونکہ وہ بے صلاحیت وزیر ثابت ہوا۔ اس کے محکمے میں سات مہینہ تک بغیر نمٹائے فائلیں پڑی رہیں جبکہ وہ ہمارے لیے بہت اہم محکمہ تھا۔ شہروں کی ترقی اس کے تحت آتی ہے اس لیے مجھے سدھو کو نکال کر برہم مہندرا کو یہ وزارت سونپنی پڑی۔ باقی وزیروں نے کیوں صحیح کام کیا اور اکیلا سدھو کیوں نہیں اس لیے کہ اس میں صلاحیت نہیں ہے۔ اب وہ ایک وزارت کو چلا نہیں پایا، پورا پنجاب کیسے چلائے گا۔ وہ بولتا اچھا ہے، لوگوں کو اکٹھا کرلیتا ہے۔ کچھ کرکٹر کا اسٹنٹ دِکھا دے گا جیسے جوکر کرتے ہیں۔ بھیڑ تو جمع کرلے گا لیکن وہ ووٹ نہیں ڈلوا سکتا۔ ہم انتخابات میں فلم اسٹار بلاتے ہیں، صرف بھیڑ جمع کرنے کے لیے، کیا لگتا ہے ان کے کہنے سے کوئی ووٹ ڈالتا ہے۔

س: آپ نے سدھو کو اپنے سسواں فارم پر چائے پر بلایا تھا، تب بھی بات کیوں نہیں بنی؟

ج: میں نے کہا کہ ہمیں پارٹی مفاد میں مل کر چلنا چاہیے۔ اگر سرکار میں آنا چاہتے ہو تو آسکتے ہو مگر وہ پرانی وزارت نہیں ملے گی۔ اس نے دو ہفتہ کا وقت مانگا کہ سوچ کر بتاؤں گا لیکن وہ واپس نہیں آیا بلکہ الٹے پرینکا سے ملنے چلا گیا اور اس نے کہا کہ کیبنٹ میں واپس نہیں آؤں گا۔ اس کے بعد وہ میرے اور میری سرکار کے خلاف روزانہ ٹویٹ کررہا تھا۔ میں نے صدر کانگریس سے اس وقت کہا بھی تھا کہ ایسے کام نہیں چلے گا، یا تو اسے رکھو یا مجھے۔

س: کانگریس کا ۲۰۲۲ء کے چناؤ کے لیے راہل نے اچھا قدم اُٹھایا ہے۔ ایسا جاکھڑ نے بھی ٹویٹ کیا تھا؟

ج: جاکھڑ بہت اچھے انسان ہیں۔ مجھے ان سے بہتر صوبائی صدر نہیں مل سکتا۔ کبھی سرکار میں دخل اندازی نہیں کی اور ہمارا اچھا تال میل پارٹی اور سرکار میں رہا، جو وہ چاہتے تھے میں نے ہر کام کیا اور انھوں نے بھی مجھے کبھی کسی کام سے منع نہیں کیا۔ ان کی طرح نہیں جیسے سدھو چنی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ کانگریس اس طرح کی نہیں تھی۔ گزرے ۵۲ سالوں میں میں نے اتنی سرکاریں دیکھیں لیکن ایسا کام نہیں دیکھا۔

س: آپ نے استعفیٰ دینے کے بعد کہا تھا کہ مستقبل کے بارے میں جلد ہی اپنے دوستوں، بہی خواہوں سے مل کر فیصلہ کریں گے، کیا فیصلہ کیا ہے؟

ج: ۵۲ سال سے سیاست میں ہوں، اتنے لوگوں سے وابستہ ہوں اس عرصہ کے دوران تو اتنی جلدی فیصلہ کیسے لے لوں۔ ابھی تو کسی سے ملا بھی نہیں ہوں۔ آئندہ دو تین ہفتہ میں صورتِ حال واضح ہوجائے گی۔

جاکھڑ بہت اچھے انسان ہیں۔ مجھے ان سے بہتر صوبائی صدر نہیں مل سکتا۔ کبھی سرکار میں دخل اندازی نہیں کی اور ہمارا اچھا تال میل پارٹی اور سرکار میں رہا، ان کی طرح نہیں جیسے سدھو چنی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ کانگریس اس طرح کی نہیں تھی۔ گزرے ۵۲ سالوں میں میں نے اتنی سرکاریں دیکھیں لیکن ایسا کام نہیں دیکھا۔

س: آپ کانگریس میں رہیں گے، نئی پارٹی بنائیں گے یا بی جے پی میں جائیں گے؟

ج: اگر کانگریس نے سدھو کو انتخابات میں اپنا چہرہ بنایا تو اس کی مخالفت کروں گا۔ اس سے بات صاف ہوجانی چاہیے کہ کیسے کروں گا یہ وقت آنے پر آپ کو بتائیں گے۔

س: چنی کی تاجپوشی پر ہریش راوت نے کہا تھا کہ ۲۰۲۲ء کا چہرہ سدھو ہوں گے؟

ج: اگلے دن انھوں نے کہا تھا کہ نہیں چنی چہرہ ہوں گے اور اس کے بعد کہا کہ چنی اور سدھو دونوں چہرہ ہوں گے۔ یہ تذبذب کیوں ہے۔ لوگ ایک آدمی کے نام پر ووٹ ڈالتے ہیں اور میرا ماننا ہے کہ چنی نوجوت سنگھ سدھو سے بہتر ہیں۔

س: حال ہی میں چنی اور سدھو کے ذریعہ دہلی جانے کے لیے پرائیویٹ ہوائی جہاز کی سہولت لینا زیر بحث ہے۔ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

ج: کیا ضرورت تھی، میں نے تو ساڑھے چار سال میں کبھی جیٹ نہیں منگایا۔ سولہ سیٹر جیٹ چار لوگوں کو لے جانے کے لیے کیا ضرورت تھی۔ جب آپ کے پاس پانچ سیٹ والا ہیلی کاپٹر ہے، اس کا کم سے کم ایک کروڑ روپے خرچ آیا ہوگا۔

س: حال ہی میں اشوک گہلوت نے بیان دیا تھا کہ کیپٹن پرانے سپاہی ہیں اور پارٹی کو نقصان پہنچانے والا کوئی قدم نہیں اُٹھائیں گے؟

ج: گہلوت میرے پرانے دوست ہیں۔ میرے بھائی ہیں لیکن میں ان سے اتنا ہی کہوں گا کہ وہ اپنا راجستھان دیکھیں اور مجھے پنجاب دیکھنے دیں۔

ہوا کے دوش پر

انسان سوا لاکھ سال پہلے بھی لباس بنانا جانتا تھا: تحقیق

امریکی سائنسدانوں نے مراکش سے ملنے والے ایک لاکھ بیس ہزار سال قدیم اوزاروں پر تحقیق کے بعد بتایا ہے کہ انھیں چمڑے سے انسانی لباس بنانے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ نئی تحقیق جو جو ایریزونا اسٹیٹ یونیورسٹی، امریکہ کی ایمیلی ہیلٹ اور کرٹس میرین کی سربراہی میں کی گئی ہے، انسانی لباس کی تاریخ کو ہمارے سابقہ اندازوں کے مقابلے میں کم از کم ۸۰ ہزار سال زیادہ قدیم ثابت کرتی ہے۔ اس کی تفصیل ریسرچ جرنل 'آئی سائنس' میں شائع ہوئی ہے جس میں مراکش کے غاروں سے ملنے والے ۸۰ سے زیادہ قدیم اوزاروں کا باریک بینی سے جائزہ لیا گیا ہے، ان میں سے کئی اوزاروں پر کچھ مخصوص نشانات ایسے تھے کہ جیسے انھیں جانوروں کی کھال سے لباس بنانے میں استعمال کیا جاتا ہوگا۔ یہ اوزار لباس سازی میں استعمال ہونے والے قدیم اوزاروں سے بے حد مماثلت رکھتے تھے۔

اچھلتے کودتے بجلی بناتے جایئے، کھانا پکاتے جایئے

جاپان کے ایک یوٹیوبر نے ایسا چولہا ایجاد کرلیا ہے جسے گرم کرنے کے لیے ایک جگہ کھڑے ہوکر دوڑنے والے انداز میں اچھل کود کی جاتی ہے اور یوں پیدا ہونے والی بجلی سے کھانا پکایا جاتا ہے۔ انسان کی جسمانی توانائی سے قابل استعمال بجلی بنانے کا خیال برسوں پرانا ہے جس کی سب سے پرانی مثال 'ڈائنامو' کی صورت میں موجود ہے جو سائیکل چلاتے دوران بجلی بناتا ہے جس سے سائیکل کی ہیڈ لائٹ روشن کی جاتی ہے۔ حالیہ برسوں میں انسان کی جسمانی حرارت سے جلنے والی فلیش لائٹس اور سلیپنگ بیگ بیٹری چارجر جیسی کئی ایجادات سامنے آچکی ہیں۔ جاپانی یوٹیوبر بومب تامیو (Bomb Tamio) بھی عجیب و غریب ایجادات کے دعویدار ہیں جن کے یوٹیوب چینل پر تقریباً دو ہفتے پہلے ایسی ہی ایک انوکھی ایجاد کی مختصر سی ویڈیو پوسٹ کی گئی ہے۔

مجسمہ آزادی کی چھوٹی نقل فرانس میں تیار

نیویارک کے ایک جزیرے پر نصب مشہور زمانہ 'مجسمہ آزادی' کی ایک چھوٹی نقل فرانس میں تیار کی گئی ہے جو ہو بہو اصل مجسّمے جیسی ہے۔ اس مجسّمے کو فرانس سے امریکہ کے لیے روانہ کردیا گیا جس کی نمائش ۴ر جولائی کو امریکہ کے یومِ آزادی کے موقع پر کی جائے گی۔ نیویارک کے ایک جزیرے ایلس پر نصب مجسمہ آزادی کے ہاتھ میں مشعل ہے۔ اس کی روشنی دنیا بھر کو یہ علامتی پیغام دیتی ہے کہ امریکہ کی سرحدیں آزادی اور پناہ ڈھونڈنے والوں کے لیے کھلی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ نیویارک میں نصب مجسمہ آزادی بھی فرانس میں ہی تیار ہوا تھا اور اسے ۱۸۸۵ء میں فرانس اور امریکہ کی دوستی کے اظہار کے طور پر تحفے میں امریکہ بھیجا گیا تھا۔ اصل مجسمہ آزادی فرانس کے ایک مشہور مجسمہ ساز فیڈرک گسٹ برتھولڈی نے پیتل سے تیار کیا تھا۔ پیتل کے مجسّمے کی لمبائی ۱۵۱ فٹ ہے جبکہ پلیٹ فارم پر نصب کرنے کے بعد یہ زمین سے ۳۰۵ فٹ اونچا ہے۔ اسٹیچو آف لبرٹی کا دائیاں ہاتھ فضا میں بلند ہے جس میں ایک مشعل ہے جبکہ بائیں ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس پر ۴ر جولائی ۱۷۷۶ء لکھا ہے جو امریکہ کا یومِ آزادی ہے۔ مجسّمے کے پاؤں میں ایک ٹوٹی ہوئی زنجیر ہے جو غلامی کا عہد ختم ہونے کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ نیویارک کے مجسمہ آزادی کو ہر سال لاکھوں سیاح دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔

۱۳۱ کروڑ روپے کی لکڑی کی کرسی

بظاہر معمولی سی نظر آنے والی لکڑی کی ایک کرسی گزشتہ دنوں ہانگ کانگ میں ۸۵ لاکھ ڈالر میں نیلام ہوئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق اس کرسی کا تعلق سترہویں صدی عیسوی کے چین سے ہے جسے چینی 'منگ شاہی خاندان' کے کسی بادشاہ کے لیے بنایا گیا تھا۔ یہ کرسی ہلکی پھلکی لیکن مضبوط لکڑی سے بنائی گئی ہے جبکہ اسے فولڈ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کی کرسیاں چائنیز ژیاؤئی بھی کہلاتی ہیں جو آج بھی بنائی جاتی ہیں اور مہنگے داموں میں فروخت ہوتی ہیں۔ البتہ آج سے سینکڑوں سال پہلے کے چینی بادشاہ اور شاہی خاندان کے افراد جب شکار پر جاتے تھے تو اسی قسم کی کرسیاں ان کے سامان میں لازماً شامل ہوتی تھیں۔ چائنیز ژیاؤئی پر کندہ کاری کا باریک اور انتہائی نفیس کام کیا جاتا تھا۔ شکار گاہ میں پہنچنے کے بعد یہ کرسیاں کھول دی جاتی تھیں مگر ان پر صرف اور صرف بادشاہ یا شاہی خاندان کے افراد ہی بیٹھ سکتے تھے۔ اسی بنا پر یہ 'شاہی شکاری کرسی' بھی کہلاتی تھی۔

ایسا حیرت انگیز درخت جس پر ۴۰ مختلف پھل اُگتے ہیں

کیا آپ ایک ہی درخت میں مختلف قسم کے اپنے پسندیدہ پھل اگا سکتے ہیں لیکن ایک شخص نے ایسا کر دِکھایا ہے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق اس کا سہرا سیراکیوز یونیورسٹی کے پروفیسر وان ایکن کو جاتا ہے جنھوں نے ۲۰۰۸ء میں نیویارک میں قدیم درختوں کا ایک باغ خریدا اور قدیم نسل کے پھلدار درختوں کو بچانے کے لیے مختلف اقسام کو ایک ہی درخت پر پیوند کرنا شروع کیا۔ پانچ سال بعد ان کی محنت رنگ لائی، جس کے نتیجے میں ایک ایسا درخت تیار ہوگیا جو سال کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے پھل پیدا کرتا ہے۔ اس درخت پر اخروٹ، بادام، کاجو، پستہ، آلو بخارا، خوبانی، آڑو اور چیری سمیت چالیس قسم کے پھل لگتے ہیں۔ پروفیسر سیم گرافٹنگ کے تحت سردیوں کے دوران مرکزی درخت کو چھیل کر اس درخت کی شاخوں کو دیگر درختوں کی ٹہنیوں سے پیوست کردیتے ہیں جو کچھ عرصے بعد یکجان ہوجاتے ہیں۔

ماضی کے جھروکے سے
تاریخ آزادی کا ایک ورق

انقلاب کے اوّلین علمبردار مولانا برکت اللہ بھوپالی ؒ

تحریر: عارف عزیز بھوپال

خاک بھوپال کے فرزند مولانا برکت اللہ بھوپالی سرفروشوں اور جانبازوں کی اس نسل سے تعلق رکھتے تھے جس نے بیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر کے عوام کو آزادی کا حوصلہ بخشنے میں ایک اہم رول انجام دیا۔ مولانا مرحوم ہندوستانی انقلاب کے اولین معماروں میں سے ایک تھے اور انقلاب پسند طبقہ علماء کی اس سنہری زنجیر کی ایک کڑی تھے جو حضرت شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، سید احمد شہیدؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسی عہد آفریں شخصیتوں کے کارناموں سے مربوط ہے۔

مولانا برکت اللہ بھوپال کے ایک نچلے متوسط خاندان میں ۷ر جولائی ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ابتداء سے باغیانہ ذہن اور انقلابی فطرت کے مالک تھے ان کے غیر معمولی مزاج کا ثبوت اس وقت ملا جب انہوں نے روایتی مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۸۳ء کی ایک شام اچانک بھوپال سے غائب ہوکر جبل پور کے ایک کرسچین مشن اسکول میں کچھ عرصہ بعد داخلہ لے لیا اور اپنی وضع قطع بدل کر بمبئی جا پہنچے جہاں چار سال گزار کر انگریزی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور مزید کے لئے انگلستان چلے گئے لیکن ان کا تعلیمی سلسلہ جاری نہ رہ سکا پھر بھی اپنی ذہنیت صلاحیت اور انقلابی کاموں سے طبعی مناسب کی بدولت جلد ہی ان کا شمار ان اہم لوگوں میں ہونے لگا جو جدوجہد آزادی کو آگے بڑھانے کے ذمہ دار تھے۔

انگلستان میں مولانا کی ملاقات مجاہد آزادی گوپال کرشن گوکھلے اور معروف انقلابی شیام جی کرشن ورما سے ہوئی اور دونوں کے نظریات سے متاثر ہوکر اپنی بعد کی سرگرمیوں سے انہوں نے انگریزوں کا ناطقہ بند کردیا۔

۱۸۹۹ء میں مولانا انگلستان سے نیویارک پہنچے اور ۱۹۰۵ء کے آخر میں تحریک کے قائد شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی ہدایت پر ایک وفد کے ہمراہ جاپان گئے۔ یہاں چند سال ٹوکیو یونیورسٹی میں اردو کی پروفیسری کی پھر فرانس، جرمنی اور ترکی کے سفر کرتے رہے، اسی دوران مولانا نے اخبارات بھی نکالے۔

مولانا شیخ الہند کے فرمانے پر ایک وفد کے ہمراہ افغانستان گئے جہاں طویل مذاکرات اور

> **۱۸۹۹ء میں مولانا انگلستان سے نیویارک پہنچے اور ۱۹۰۵ء کے آخر میں تحریک کے قائد شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی ہدایت پر ایک وفد کے ہمراہ جاپان گئے۔ یہاں چند سال ٹوکیو یونیورسٹی میں اردو کی پروفیسری کی پھر فرانس، جرمنی اور ترکی کے سفر کرتے رہے۔**

صلاح ومشورہ کے نتیجے میں یکم دسمبر ۱۹۱۵ء کو آزاد ہندوستان کی پہلی ''جلاوطن حکومت'' کا قیام عمل میں آیا۔ قیام افغانستان کے دوران انہوں نے افغان حکمراں امیر حبیب اللہ کو اپنی تحریک کا حامی بنانا چاہا لیکن اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کی قومی تحریک سامراج کے شکنجے میں گرفتار تھی کسی کو انگریزوں کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ اس ماحول میں مولانا برکت اللہ اور ان کے ساتھیوں کی انتھک محنت اور طویل جدوجہد کی بدولت ہندوستان کا ایک موثر سیاسی مرکز افغانستان میں قائم ہوجانے کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ہندوستانی انقلاب پسندوں میں ایک نئی روح دوڑ گئی اور جلاوطن حکومت کے وسیلہ سے ان کے تعلقات بین الاقوامی سطح پر قائم ہوگئے۔ اس جلاوطن حکومت کے صدر راجہ مہندر پرتاپ بنائے گئے جبکہ وزیر اعظم مولانا برکت اللہ بھوپالی تھے۔ ان کے دوسرے ساتھیوں میں مولانا عبیداللہ سندھی اور لالہ ہردیال شامل تھے۔ جلاوطن حکومت کے لئے افغانستان کا میدان تنگ پاکر مولانا نے اپنی توجہ دوسری ہمسایہ حکومتوں کی طرف مبذول کرلی اور روس، ترکی، جاپان وغیرہ تک اپنے وفود ارسال کئے لیکن زارِ روس کے دور تک وہاں جلاوطن حکومت کے نمائندوں کو کامیابی حاصل نہ ہوسکی بلکہ ان میں سے اکثر کو گرفتار کرکے برطانوی حکومت کے حوالے کردیا گیا۔ بعض نے جیل کی صعوبتیں برداشت کیں اور کئی لوگ اپنے وطن کی محبت اور حریت کی خاطر شہید ہوگئے۔

پہلی جنگ عظیم کے موقع پر جب روس میں زبردست تبدیلیاں رونما ہوئیں اور زار شاہی کا تختہ پلٹ کر لینن نے وہاں اشتراکیت کا پرچم لہرایا تو فطری طور پر ایک ایسا ماحول بن گیا جو ساری دنیا کے انقلاب پسندوں کا معاون تھا۔ دوسری طرف افغانستان میں بھی جو ہندوستان کی جلاوطن حکومت کے خفیہ مرکز کا درجہ رکھتا تھا جنرل حبیب اللہ کی حکومت کے زوال کے بعد حالات سازگار ہوگئے اور شاہ امان اللہ جو برسر اقتدار آنے سے قبل تحریک کے اہم قائدین سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے، حکمراں بن گئے تو جلاوطن حکومت کے ارکان کو بھی وہاں کافی عروج حاصل ہوا اور سلطنت کے دست وبازو بن کر صلح وجنگ کے میدانوں میں وہ شاہ امان اللہ کے ساتھ کام کرنے لگے۔ (جاری)

مؤمن اللہ کی یاد میں نہ روئے تو کیا کرے؟

حضرت حمزہ اعمیؒ فرماتے ہیں کہ: میری والدہ مجھے حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں لے گئیں، اور عرض کیا کہ حضرت! میں اپنے اس بچے کو آپ کی خدمت میں چھوڑنا چاہتی ہوں، ہوسکتا ہے کہ اس سے اسے نفع ہو، حمزہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے اجازت دے دی، چناں چہ میں حضرت کے پاس آنے جانے لگا، تو ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا کہ: ''بیٹے! آخرت کی بھلائی حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ فکر مند رہا کرو، امید ہے کہ تم اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔ اور تنہائی کے لمحات میں رویا کرو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حالت پر مطلع ہوکر تمہارے آنسو بہانے پر ترس کھائیں گے پھر تم کامیاب اور بامراد ہوجاؤ گے''۔ حمزہ کا بیان ہے کہ خود حضرت حسنؒ کا حال یہ تھا کہ کبھی جب میں ان کے گھر جاتا تو انہیں روتا ہوا پاتا، اسی طرح کبھی لوگوں کے مجمع میں ان پر رقت طاری ہوتے دیکھتا، اور کبھی نماز پڑھنے کی حالت میں ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی، مجھ سے یہ کیفیت دیکھ کر رہا نہ گیا، بالآخر ہمت کرکے ایک دن میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ آخر اتنا زیادہ روتے کیوں ہیں؟ یہ سن کر آپ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمایا: ''بیٹے! اگر مؤمن نہ روئے تو آخر کیا کرے؟'' میرے عزیز! یہ رونا ہی رحمت کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ اس لئے اگر تم سے یہ ہوسکے کہ تمہاری ساری عمر بس روتے ہی گذر جائے تو ایسا ضرور کرلینا، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں دیکھیں گے تو تم پر نظر رحمت فرمائیں گے پھر تم جہنم سے نجات پاجاؤ گے۔ (الرقۃ والبکاء ۵۵،۵۶)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۱۷)

چونکہ وہ امریکی قوم کا لیڈر بھی ہے اور اس کی بات خاص توجہ سے سنی جاتی ہے اس لیے وہ کانگریس کی مخالفت کو بے اثر بنانے یا کم کرنے کے لیے براہِ راست بذریعہ تقریر یا تحریر یا پریس کانفرنس امریکن قوم سے خطاب کرتا ہے اور اس طرح سے رائے عامہ کو اپنی پالیسی کے حق میں ہموار کرلیتا ہے۔ لیکن بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ اسے قانون سازی کے اختیارات بھی حاصل ہوگئے ہیں۔ وہ انتظامی احکام (Executive Orders) کی شکل میں قاعدے اور ضابطے بناتا ہے، کانگریس قانون کے خاکے تیار کرتی ہے اور اس کی تفصیل صدر پر چھوڑ دی جاتی ہے جو عاملانہ احکام کے ذریعہ تیار کرتا ہے، اسے Delegated Legislation کہتے ہیں۔ صدر روزولٹ نے اس اختیار کو بہت استعمال کیا۔ اس طرح سے وہ عملاً بڑا قانون ساز بن گیا۔

مالی اختیارات: اگرچہ مرکزی مالیات پر کانگریس کا کنٹرول ہے پھر بھی صدر کو خاصے مالی اختیارات حاصل ہیں۔ مثلاً بجٹ براہِ راست اس کی نگرانی میں تیار کیا جاتا ہے۔ کانگریس اس میں جس قسم کی چاہے ترمیم کرسکتی ہے، لیکن چونکہ بجٹ خاصا پیچیدہ ہوتا ہے اس لیے بسا اوقات کانگریس اسے جوں کا توں پاس کردیتی ہے۔

عدالتی اختیارات: ہر مملکت میں سربراہِ مملکت کو مجرموں کی سزا معاف کردینے یا ان کی سزا میں تبدیلی کردینے یا کمی کردینے کا حق حاصل ہے۔ ریاستہائے متحدہ کے صدر کو بھی اس قسم کے اختیارات حاصل ہیں لیکن وہ ان مجرموں کی سزا میں کسی قسم کی تبدیلی یا تخفیف نہیں کرسکتا کہ جن پر سینیٹ نے مقدمہ چلایا ہو۔ اس طرح سے وہ ریاستوں کے قانون کے ماتحت سزاؤں کو نہ معاف کرسکتا ہے اور نہ سزاؤں میں کمی کرسکتا ہے۔ سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر بھی سینیٹ کی منظوری سے وہی کرتا ہے۔ اگر صدر کے اختیارات کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ بے پناہ اور وسیع اختیارات کا مالک ہے۔ اس حیثیت سے ہم اسے دنیا کا سب سے طاقتور حاکم کہہ سکتے ہیں۔ جمہوریۂ ہند کے صدر اور برطانیہ کے شاہ یا ملکہ کے مقابلے میں اسے کہیں زیادہ وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ حکومت اس کے نام سے نہیں ہوتی بلکہ وہ خود حکومت کرتا ہے۔ سارے اختیارات کو وہ خود استعمال کرتا ہے کیونکہ اسے امریکن قوم منتخب کرتی ہے اس لیے قوم کے نمائندے کی حیثیت سے وہ ساری چیزوں کو خود کرتا ہے۔ وہ بیک وقت بادشاہ بھی ہے اور وزیر اعظم بھی۔

گاھے گاھے باز خواں...... ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۲۳ر تا ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۵ء

اضافۂ آبادی کیلئے مسٹر سدرشن کا قابلِ توجہ مشورہ

> ہندستان میں اضافہ آبادی کا مسئلہ ایک گرم موضوع رہا ہے۔ ۲۰۰۵ء میں بھی اس پر کافی بحثوں کا سلسلہ جاری رہا تھا۔ اس وقت آر ایس ایس کے اس وقت کے چیف مسٹر ایس کے سدرشن نے اضافہ آبادی پر واویلا مچانے والوں کی سرزنش کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ مہم اپنے آپ میں ملک کے لیے نقصاندہ ہے، اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے ایڈیٹر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذل ہے۔

آر ایس سی کے سربراہ مسٹر کے ایس سدرشن کے ذریعہ تحدید آبادی مہم کو ختم کرنے کے مشورہ پر پچھلے دِنوں کافی بحث ہوچکی ہے، خاص طور پر کمیونسٹ پارٹیوں کے لوگ کافی ناراض نظر آئے۔ ویسے بھی ہمارے زیادہ تر ماہرین آبادی میں اضافے کو ایک مسئلہ مانتے ہیں، لیکن اب اس موضوع پر کھلے دماغ سے اور عالمی تناظر میں غور کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے تو یہی نوٹ کرلیں کہ تاریخ میں ایسا کوئی بھی ملک نہیں ہے جو زیادہ آبادی کے سبب تباہ ہوگیا ہو، جبکہ کم آبادی کی وجہ سے گریک اور رومن سمیت کئی تہذیبیں ختم ہوچکی ہیں۔ دوسری جنگ میں فرانس کی شکست کا ایک اہم سبب اس کی چھوٹی آبادی بھی تھی۔ آج آبادی کی گرتی ہوئی شرح کی وجہ سے کئی ممالک کے وجود کو خطرہ نظر آنے لگا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ ہندستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو مسئلہ بتانا پوری طرح غلط ہے، جس کا مغربی پالیسی سازوں نے صرف اپنے مفاد کے لیے پروپیگنڈہ کیا ہے اور غلامانہ ذہنیت کے حامل ہمارے دانشوروں اور لیڈروں نے بغیر سوچے سمجھے اسے قبول کرلیا ہے۔ کسی ملک کی ترقی اور مضبوطی میں آبادی کا کم ہونا تو مسئلہ ہوسکتا ہے، زیادہ ہونا کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوسکتا۔ اضافۂ آبادی صرف ایک پہیلی ہی ہے، آخر کون کس بنیاد پر یہ طے کرے گا کہ کسی ملک کی آبادی کی آخری حد کیا ہونی چاہیے۔

یہ ایک سچائی ہے کہ آبادی میں اضافہ کو قدرتی حالات ووسائل خود ہی کنٹرول کرلیتے ہیں۔ زمین پر کہیں بھی آبادی اُتنی ہی بڑھ سکتی ہے جتنے کی گنجائش وہاں کی آب وہوا، قدرتی وسائل، سائنس کی ترقی اور بہتر نظام دیں گے۔ ان میں انسان کوئی بہت بڑا ردّ وبدل نہیں کرسکتا۔

یہ ایک وہم ہی ہے کہ کم آبادی خوشحالی لاتی ہے۔ امریکہ اور چین میں آبادی اور خوشحالی دونوں بڑھتی جارہی ہیں جبکہ روس میں آبادی کے ساتھ خوشحالی بھی کم ہوتی جارہی ہے۔ روس کی کم ہوتی ہوئی آبادی اس کے لیے معاشی پالیسی سازی میں مسئلہ کھڑا کررہی ہے۔ فرانس اور جرمنی جیسے ممالک میں یہ مسئلہ دوسرے طریقہ پر موجود ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ اگر یوروپی ممالک میں آبادی کی گراوٹ کا سلسلہ جاری رہا تو عرب اور افریقی ممالک سے آنے والے مہاجران ملکوں پر قبضہ کرلیں گے۔ حال ہی میں فرانس میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات نے پورے یوروپ کی پریشانی میں زبردست اضافہ کردیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ تحدید آبادی کی وجہ سے آنے والے دِنوں میں ان کی خوشحالی ہی نہیں، وجود تک غیر محفوظ ہوگیا ہے۔ اس لیے ایشیائی اور افریقی ممالک میں آبادی میں اضافہ اگر مسئلہ ہے تو مغربی ممالک میں کم آبادی بھی ایک مسئلہ ہے۔ یوروپی ممالک کی شرح پیدائش کم ہونے کی وجہ سے وہاں زیادہ شرح آبادی والے ممالک کے لوگ لازمی طور پر پہنچیں گے اور اسی خطرہ پر لگام لگانے کے لیے مغربی ممالک نے ایشیائی ممالک میں آبادی پر کنٹرول کی مہم کو آگے بڑھایا ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہندوستان میں آبادی خود ہندوستان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ۸۰ سال پہلے جب ہندوستان کی آبادی آج کا پانچواں حصہ تھی، اُس وقت ہماری معاشی اور سماجی زندگی میں خوشحالی نام کی کوئی چیز نہیں تھی جبکہ آج آبادی میں پانچ گنا اضافہ کے باوجود اسباب ووسائل کی فراوانی کے ساتھ پورے ملک میں مجموعی طور پر خوشحالی صاف طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ دراصل کمزور نظام پر پردہ ڈالنے کے لیے آبادی کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جانا چاہیے۔ سنگاپور جیسا ملک، جہاں رقبہ کے حساب سے آبادی کافی زیادہ ہے، لیکن بہتر نظام کی وجہ سے وہ خوشحال ہے۔

آبادی پر کنٹرول کرنے کے لیے فیملی پلاننگ کے پروگرام کافی نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ جاپان کا تجربہ ہے۔ سابق جاپانی وزیر اعظم ساتو نے ۱۹۷۱ء میں ہی ہمیں اس سے آگاہ کردیا تھا۔ لیکن ہمارے اعلیٰ طبقے کو مغربی نظریہ پر اتنا اعتماد ہے کہ وہ اس آبادی کو مسئلہ سمجھنے لگے ہیں جو سرحدوں کا تحفظ کرتی ہے۔ کم قیمت پر اپنی خدمات پیش کرتی ہے، اور اپنے خون پسینے سے اسے خوشحال بناتی ہے۔

کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ فضول آبادی کسے کہا جاتا ہے؟ یہ یقینی بات ہے کہ زیادہ آبادی کو لے کر فکر مند ہونے والا اعلیٰ طبقہ یا متوسط طبقے کا کوئی بھی شخص خود کو فضول آبادی کے زمرے میں شامل نہیں کرتا تو پھر آخر فضول کون سی آبادی ہے؟ سنجیدگی سے غور کریں تو جرائم پیشہ جیسے کچھ گنے چنے لوگوں کے علاوہ کسی کو بھی فضول آبادی میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ عام طور پر ہر شخص سماج کی کوئی نہ کوئی معقول خدمت کررہا ہے۔ بیروزگاری جیسی باتیں تو روس جیسے اُن ممالک میں بھی دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں جہاں آبادی بہت کم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عام مسئلہ ہے جس کا آبادی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے غلط اور کمزور نظام کا سب سے اچھا ثبوت یہ ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے باوجود اعلیٰ سطح پر فوجی خدمات کے لیے قابل نوجوانوں کی کمی پڑنے لگی ہے۔ یہ صرف ایک مسئلہ ہے جس میں آبادی کی شرح کم ہونے پر اضافہ ہی ہوگا۔ یوروپی ممالک آج آبادی کے لیے پریشان ہیں، حکومتیں آج لوگوں سے زیادہ بچے پیدا کرنے کی درخواست کررہی ہیں کیونکہ اُن کی سرحدوں پر عرب، افریقہ، چین اور پاکستان کے دراندازوں کی دستک خطرناک طریقے سے تیز ہورہی ہے۔ یوروپی مفکرین پوری طرح سے سمجھ چکے ہیں کہ جب تک عرب، (باقی صـ۱۴ پر)

عالم اسلام

مسجد نبوی میں غیر ملکی زبانوں میں ترجمے کا کام تیز

مسجد نبوی کے امور کیلئے جنرل ڈائریکٹوریٹ نے متعدد زبانوں سے پندرہ لاکھ آٹھ ہزار ۵۸۸ الفاظ کا ترجمہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ سعودی خبر رساں ادارے ایس پی اے کے مطابق ان میں اردو، فرانسیسی، ملاوی، انگریزی، ہوسا، بنگالی اور ترک زبانیں شامل ہیں۔ ۲۰۲۱ء میں ڈائریکٹوریٹ کے کام میں ۱۲۴/احادیث کا چار زبانوں میں ترجمہ شامل ہے جو بعد میں سعودی نشریاتی اتھارٹی کے تعاون سے سنت چینل پر نشر کیا گیا۔ پیغمبر اسلام کی سیرت کے تیس ابواب کا انگریزی میں ترجمہ اور ۱۵۱۱ آڈیو اور ویڈیوز کا ترجمہ۔ یہ خدمات مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے امور کی جنرل پریذیڈنسی کی کوششوں کے مطابق فراہم کی گئی ہیں تاکہ اس کی خدمات کی سطح کو اپ گریڈ کیا جائے اور غیر عربی بولنے والوں کے لیے قیمتی وسائل فراہم کیے جائیں۔ مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے امور کی جنرل پریذیڈنسی نے ستمبر میں حرم کعبہ کے دروازے اور چاندی کے فریم کی دیکھ بھال مکمل کی جو حجر اسود کے گرد ہے۔

بشار الاسد نے جلاوطن چچا کو شام واپسی کی اجازت دے دی

شام کے صدر بشار الاسد نے اپنے جلاوطن چچا کو شام واپس آنے کی اجازت دے دی ہے تاکہ وہ فرانس میں چار سال کی مزید قید سے بچ سکیں۔ اے پی نیوز ایجنسی کے مطابق شام کی حکومت کے حامی اخبار نے بتایا ہے کہ ۸۳ سالہ رفعت الاسد گزشتہ ۳۰ سال سے زائد وقت وہاں گزار چکے ہیں۔ رفعت اسد کو گزشتہ سال فرانسیسی رئیل سٹیٹ امپائر بنانے کے لیے شامی ریاست کے فنڈز کا غیر قانونی استعمال کرنے پر سزا سنائی گئی تھی۔ طبی وجوہات کی بنا پر ان کی غیر حاضری میں ہی مقدمہ چلایا گیا اور ان کے وکیل نے فیصلے کے خلاف اپیل بھی دائر کی۔ واضح رہے کہ رفعت اسد شام کے نائب صدر اور فوج میں اعلیٰ کمانڈر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں۔ رفعت الاسد پر انسانی حقوق کی جماعتوں نے 'دی بوچر آف حما' کا لقب دیتے ہوئے الزام لگایا تھا کہ انہوں نے شام کے مغربی وسطی صوبہ حما میں ۱۹۸۲ء میں بغاوت کچلنے میں بڑا کردار ادا کیا تھا جب کہ اس قتل عام میں کسی قسم کا کردار ادا کرنے کی انہوں نے تردید کی۔ رفعت الاسد کا نام ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کی دہائی میں لبنان میں سینکڑوں قیدیوں کے قتل میں بھی آتا رہا ہے۔

لیبیا میں زیر حراست چھ تارکین کو محافظوں نے گولی ماردی

لیبیا میں تارکین وطن کے لیے قائم کردہ حراستی مرکز کے گارڈز نے افراتفری کے دوران کم از کم چھ افراد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اے پی نیوز ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق اقوام متحدہ کے حکام نے بتایا ہے کہ شمالی افریقی ملک میں تارکین وطن کے خلاف زیادتیوں کی بھرپور مذمت کی گئی ہے۔ لیبیا میں گزشتہ ہفتے بڑے پیمانے پر کریک ڈاؤن میں ۵۰۰۰ سے زائد تارکین وطن کو حراست میں لے لیا گیا تھا۔ اقوام متحدہ کے تفتیش کاروں نے بیان دیا ہے کہ لیبیا میں تارکین وطن کے ساتھ بدسلوکی اور ناروا سلوک انسانیت کے خلاف جرائم کے مترادف ہے۔ بین الاقوامی تنظیم برائے تارکین کے مطابق یہ فائرنگ لیبیا کے دارالحکومت طرابلس کے مغرب میں مبانی حراستی مرکز میں ہوئی۔ لیبیا کی وزارت داخلہ کے ترجمان نے حراستی مرکز میں پیش آنے والے واقعہ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

ذات پر مبنی مردم شماری

ضرورت اور دشواری

تحریر: ڈاکٹر مظفر حسین غزالی

ایک بار پھر ذات پر مبنی مردم شماری کا سوال سیاسی گلیاروں میں گھوم رہا ہے۔ مردم شماری کے حامی پسماندہ طبقات کو حکومت کی اسکیموں سے جوڑنے کے لیے اسے ضروری بتا رہے ہیں تو مخالف اس سے سماجی تانا بانا بگڑنے اور ریزرویشن کی مانگ کے زور پکڑنے کا خدشہ ظاہر کر رہے ہیں۔ مگر ذاتوں کو شمار کیے جانے کی آواز اب اپوزیشن کے ساتھ این ڈی اے کے خیمے سے بھی آ رہی ہے۔ اس ضمن میں بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار حزب اختلاف رہنماؤں کے ساتھ وزیر اعظم اور وزیر داخلہ سے مل چکے ہیں۔ دو مرتبہ بہار اسمبلی پسماندہ ذاتوں کو گننے کی تجویز اتفاق رائے سے پاس کر کے مرکزی حکومت کو بھیج چکی ہے۔ کئی اور صوبائی حکومتیں بھی اس کے حق میں ہیں۔ ان کی دلیل ہے کہ ملک میں پیڑ پودوں، جانوروں، مذہبی طبقوں اور زبانوں کی گنتی ہو سکتی ہے تو ذاتوں کی مردم شماری کرانے میں حکومت کیوں ہچکچا رہی ہے۔ حالانکہ سیاسی جماعتیں گزشتہ کئی دہائیوں سے ذاتوں کو دھیان میں رکھ کر انتخابی مدعوں اور امیدواروں کا انتخاب کرتی رہی ہیں جس کی وجہ سے سیاست میں او بی سی کا دبدبہ بڑھا ہے مگر اب بھی یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ ملک میں کتنی ذاتیں ہیں۔ ان کی سماجی، معاشی، اقتصادی اور تعلیمی حالت کیا ہے۔ سماج کی بناوٹ میں ان کی اہمیت کیا ہے؟

مردم شماری میں محض آبادی کی گنتی نہیں ہوتی بلکہ اس میں دیکھا جاتا ہے کہ مرد عورت کتنے ہیں۔ ان کا تعلیمی معیار کیا ہے۔ عورتوں کی صورتحال کیا ہے۔ کتنی خواتین میٹرک اور کتنی گریجویٹ ہیں۔ ان کی زندگی اور صحت کیسی ہے۔ خاندان میں کتنی جائیداد ہے۔ مادری زبان کیا ہے۔ مذہب کیا ہے، ایس سی، ایس ٹی، او بی سی یا اعلیٰ طبقہ سے ہیں تو کس ذات سے تعلق ہے۔ مثلاً ایس سی، ایس ٹی ہیں تو اس میں بالمیکی، جاٹو، مہابیر، شودر وغیرہ کیا ہیں۔ یہ سب ۱۹۵۱ء سے ہر Census میں ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ ۱۹۳۱ء کے بعد ذاتوں کو شمار نہیں کیا گیا غلط مفروضہ ہے۔ دراصل معلومات تو ہر شخص سے لی جاتی ہے لیکن اعداد وشمار صرف ایس سی، ایس ٹی کے شائع کیے جاتے ہیں۔ ذاتوں کے اعداد وشمار کو شائع کرنے کی تجویز کو ۱۹۵۱ء میں اس وقت کے وزیر داخلہ سردار پٹیل نے یہ کہہ کر خارج کر دیا تھا کہ اس سے سماجی تانا بانا بگڑ سکتا ہے۔

ذات کی مردم شماری کے مخالف آج بھی یہی دلیلیں دے رہے ہیں۔ مثلاً ذاتوں کو گننے سے ملک میں کاسٹ ازم (برادری وارد) بڑھے گی۔ سماج بٹ جائے گا، ریزرویشن کا سوال کھڑا ہوگا۔ ایک بار پھر منڈل-۲ کا طوفان برپا ہو سکتا ہے وغیرہ۔ ممکن ہے دہلی، ممبئی جیسے بڑے شہروں میں ذات کی مردم شماری کو لے کر کچھ ہلچل ہو۔ ورنہ ملک کا کونسا خطہ یا گاؤں ایسا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کی ذات سے واقف نہیں ہیں۔ مردم شماری میں گھر کے باہر کوئی اسٹیکر نہیں لگے گا کہ کون کس ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے ذاتوں کی گنتی سے سماج میں کوئی بدلاؤ نہیں آنے والا۔ دراصل پریشان اعلیٰ ذات کا وہ طبقہ ہے جس کی سماج اور سرکار پر بالادستی ہے، حالانکہ تعداد کے لحاظ سے یہ ۱۹-۲۰ فیصد ہے لیکن اس کا ۸۰ فیصد حصہ پر قبضہ ہے۔ کئی شعبوں میں تو وہ ۹۰ فیصد جگہوں پر قابض ہے۔ اسے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر یہ اعداد سامنے آ گئے تو اسے پریشانی ہوگی۔ ریزرویشن کی مانگ بڑھ جائے گی۔ کیونکہ مردم شماری سے صرف او بی سی ذاتوں کی تعداد سامنے نہیں آئے گی۔ وہ تو پہلے سے ہی (۴۵-۴۶ فیصد) معلوم ہے بلکہ جو سامنے آئے گا وہ یہ کہ کس ذات کی تعلیمی سطح کیا ہے؟ اس کی معاشی حالت کیسی ہے؟ ہندو، مسلمانوں کے درمیان ایک جیسا پیشہ کرنے والی ذاتیں کونسی ہیں؟ اور کیا انھیں مذہب کی تفریق کے بغیر یکساں مرعات حاصل ہیں۔ ذاتوں کی گنتی اس راز سے پردہ اُٹھا سکتی ہے۔

یہی ڈر ذات کی مردم شماری کی راہ کا روڑا ہے۔ اعلیٰ طبقہ اپنی بالادستی (Supremacy) قائم رکھنے کے لیے ذاتوں کی گنتی کے خلاف نئے نئے مفروضے گڑھتا رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اسے جو مراعات حاصل ہیں اس پر کوئی بات ہو۔ امریکہ جہاں گورے ۸۰ فیصد ہیں وہاں میڈیا، صنعت وحرفت، انڈسٹری میں ان کی بالادستی اور سو فیصد جگہوں پر قبضہ کے خلاف بات

> **بھارت دنیا کا اکلوتا ملک ہے جہاں کسی طبقہ کے لیے ریزرویشن کا انتظام کیا گیا ہے، لیکن بحث اس پر ہورہی ہے کہ اس کی گنتی کرنی چاہیے یا نہیں۔ جو ملک کسی طبقہ کے لیے اگر کوئی قانونی انتظام کرتا ہے تو وہ اس کی گنتی کرتا ہے، جیسے ملیشیا میں چینی نژاد اور امریکہ میں بلیک ہیں۔ بھارت میں ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی کے لیے قانون میں انتظام کا گیا ہے۔ اس کے لیے ایس سی، ایس ٹی کمیشن، بیک ڈور کمیشن بناکر نوکری اور تعلیم میں ریزرویشن دیا گیا ہے مگر گنتی نہیں کریں گے، یہ کتنا مضحکہ خیز ہے۔**

ہورہی ہے جبکہ وہاں ہر انٹرپرائز، دوکان چلانے والے کو جس پر دس لوگ کام کرتے ہیں، ہر سال فارم پر لکھ کر حکومت کو دینا ہوتا ہے کہ دس لوگوں کے اسٹاف میں کتنے گورے، کتنے ہسپنک اور کتنے بلیک ہیں۔ بھارت میں ۲۰ فیصد لوگ ۸۰ فیصد جگہوں پر قبضہ کر کے بیٹھے ہیں مگر اس پر بحث کرنے سے بچتے ہیں۔ سماج میں یہ غلط فہمی بھی پیدا کی گئی ہے کہ ریزرویشن صرف دس سال کے لیے تھا لیکن یہ ابھی تک جاری ہے۔ ریزرویشن کی وجہ سے کم صلاحیت کے باوجود ایس سی، ایس ٹی، او بی سی کو فوقیت ملتی ہے۔ سرکاری ملازمتوں پر ان کا قبضہ ہو جاتا ہے، عام لوگوں کے لیے جگہ ہی نہیں بچتی۔ سچائی یہ ہے کہ صرف سیاسی ریزرویشن (ایم پی، ایم ایل اے) کا ہر دس سال میں جائزہ لیا جانا تھا لیکن کسی بھی سیاسی جماعت نے گزشتہ پچھتّر سال میں اس کی ہمت نہیں کی۔ رہا سوال کم صلاحیت والوں کے تقرر کا تو ۸۰ فیصد کمزور طبقات ۵۰ فیصد جگہوں پر قسمت آزماتے ہیں اور بیس فیصد پچاس فیصد پر۔ ایسی صورت میں کم صلاحیت والوں کو موقع ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا فائدہ بھی انھیں بیس فیصد کو ملتا ہے۔

بھارت دنیا کا اکلوتا ملک ہے جہاں کسی طبقہ کے لیے ریزرویشن کا انتظام کیا گیا ہے، لیکن بحث اس پر ہو رہی ہے کہ اس کی گنتی کرنی چاہیے یا نہیں۔ جو ملک کسی طبقہ کے لیے اگر کوئی قانونی انتظام کرتا ہے تو وہ اس کی گنتی کرتا ہے، جیسے ملیشیا میں چینی نژاد اور امریکہ میں بلیک ہیں۔ بھارت میں ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی کے لیے قانون میں انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے لیے ایس سی، ایس ٹی کمیشن، بیک ڈور کمیشن بنا کر نوکری اور تعلیم میں ریزرویشن دیا گیا ہے مگر گنتی نہیں کریں گے، یہ کتنا مضحکہ خیز ہے۔ اندرا ساہنی معاملہ میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ ہر دس سال میں ریزرویشن کا جائزہ لیا جائے کہ کونسی ذاتیں ریزرویشن کا فائدہ لے کر آگے بڑھ گئیں۔ اس لحاظ سے بھی ذات کی مردم شماری ضروری ہے۔ اس سے کریمی لیئر اور فائدہ اُٹھانے والے خاندانوں کا بھی پتہ چل جائے گا۔ ریزرویشن کسی طبقہ کو حکومت کا تحفہ نہیں ہے بلکہ یہ سماجی انصاف کی مانگ ہے۔ مخالفین کو بھی اس کا استقبال کرنا چاہیے کیونکہ اس سے معلوم ہوگا کہ کسے کتنا فائدہ ملا۔ کون کتنا آگے بڑھا اور کسے اب ریزرویشن کی ضرورت نہیں ہے۔ اس مردم شماری میں اگر کوئی ذات ایسی نکلتی ہے جو جنرل کیٹگری کے برابر یا اس سے اوپر ہے تو اسے ریزرویشن نہیں ملنا چاہیے۔ ویسے ستر سال میں کوئی ایک ذات بھی ایسی نہیں ہے جو عام کیٹگری کے قریب پہنچی ہو۔ البتہ کچھ خاندانوں نے یقیناً ترقی کی ہے۔ ایک خاندان کو ایک بار ریزرویشن کا فائدہ ملے اس کے لیے معقول پالیسی بنی چاہیے۔ سماجی برابری کے لیے ریزرویشن ضروری ہے کافی نہیں۔ اگر یہ انتظام نہ ہوتا تو ذاتیں اور بری حالت میں ہوتیں۔ اس بیماری کو دور کرنے کے لیے کچھ اور اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ ذات وار مردم شماری کی مانگ بہت پرانی ہے۔ ۲۰۰۱ء میں واجپئی حکومت نے ذات کی مردم شماری کو منع کر دیا تھا۔ ۲۰۱۰ء میں پارلیمنٹ نے اتفاقِ رائے سے اس کی منظوری دی تھی۔ بی جے پی نے بھی اس میں ووٹ کیا تھا۔ ۲۰۱۱ء کی مردم شماری میں ذاتوں کے اعداد جمع کیے گئے لیکن انھلیں منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ وزارتِ داخلہ میں موجود اعلیٰ ذاتوں کی لابی نے یہ کہہ کر پارلیمنٹ میں نہیں رکھا کہ اس ڈاٹا میں کمی ہے۔ ۲۰۱۸ء میں اس وقت کے وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ نے پارلیمنٹ میں بیان دیا تھا کہ ان کی حکومت اگلی مردم شماری میں ذاتوں کی گنتی کرائے گی۔ ایک سوال کے جواب میں موجودہ وزارت داخلہ میں وزیر مملکت نتیا نند رائے نے پارلیمنٹ میں کہا کہ ملک میں ذات وار مردم شماری کی روایت نہیں ہے۔ ۲۰۲۱ء کی مردم شماری میں ایس سی، ایس ٹی کی ہی مردم شماری کرائی جائے گی۔ بہار کانگریس لیجسلیچر پارٹی کے لیڈر اجیت شرما ذات کی مردم شماری کو اہم مانتے ہیں۔ ان کے مطابق اس سے ریزرویشن پالیسی کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی اور سماجی نفرت دور ہوگی۔ سی پی آئی ایم کے اجے کمار کا کہنا ہے کہ اس سے پسماندہ ذاتوں کا استحصال رکے گا۔ اس لحاظ سے ذات کی مردم شماری ملک کے حق میں ہے۔ تیجسوی یادو نے اس مسئلہ پر بات کرتے ہوئے کہا کہ اگر مرکزی حکومت ذاتوں کی گنتی نہیں کراتی ہے تو بہار حکومت کرناٹک کی طرز پر اپنے خرچ سے مردم شماری کروا سکتی ہے۔

برسر اقتدار جماعت بی جے پی میں بھلے ہی او بی سی نظر آنے لگے ہیں لیکن غلبہ اعلیٰ ذاتوں کا ہے۔ یہی مٹھی بھر لوگ دہائیوں سے اقتدار، سیاست، عدلیہ، انتظامیہ، میڈیا، انڈسٹری اور وسائل پر قابض ہیں۔ دوسری طرف بی جے پی کی سیاست مذہب اور ہندوتو کے ایجنڈے پر ٹکی ہے۔ ہندوتوا کا مطلب پورا ہندو سماج، جس کی حمایت حاصل کرنے کے لیے منڈل کے مقابلے میں اس نے کمنڈل شروع کیا تھا۔ کمنڈل کی وجہ سے ہی اسے آج یہ مقام حاصل ہوا ہے۔ ذاتوں کی مضبوطی سے مذہب کی سیاست کمزور ہوگی اس لیے بی جے پی ہرگز نہیں چاہے گی کہ سماج ذات کے نام پر نہ بٹے کیونکہ اس کا فائدہ کاسٹ پالیٹکس کرنے والی جماعتوں کو ہوگا۔ نتیجہ کے طور پر بی جے پی کی مذہب کی سیاست پھیکی پڑ جائے گی۔ یہ اب ملک کے عوام کو سوچنا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے ذاتوں کو گنے جانے کی مانگ کا ساتھ دیں یا پھر ایک جماعت کی سیاست کو بچائیں۔ □□

ذات پر مبنی مردم شماری کا مطالبہ سیاست سے کتنا متاثر؟

فی الوقت ایسا لگتا ہے کہ ملک کے اہم ایشوز میں ذات پر مبنی مردم شماری بھی ایک اہم ایشو بن گئی ہے۔ اس پر وہ لیڈران زیادہ سرگرم نظر آ رہے ہیں جن کی سیاست پوری طرح ذات پر مبنی نہیں تو کسی حد تک ضرور ہے۔ ایک وقت لالو یادو نے بہار میں 'مائی' کا فارمولا دیا تھا یعنی ایم سے مسلمان اور وائی سے یادو۔ گزشتہ برسوں میں اس فارمولے کی حقیقت کیا رہی ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا انتخابات میں تو یہ بات صاف نظر آئی کہ ذات کی سیاست کہیں پیچھے چھوٹ چکی ہے۔ یہی حالت اتر پردیش کی رہی۔ اتر پردیش میں نو فیصد یادو ہیں، یہاں پہلے ملائم سنگھ یادو اور پھر ان کے بیٹے اکھلیش یادو وزیر اعلیٰ بنے مگر ۲۶ء ۱۹ فیصد ووٹوں کے باوجود اتر پردیش کے مسلمانوں کو کیا ملا، اس پر اگر بحث نہ کی جائے تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ ذات کی سیاست ہی اگر چلتی تو کیا ۲۰۱۷ء میں بی جے پی ۳۱۲ سیٹیں جیتنے میں کامیاب ہو جاتی۔ ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا انتخابات میں بھی کہیں ذاتوں کی سیاست کا اثر نظر نہیں آیا، اس لیے اس سوال کا پیدا ہونا فطری ہے کہ آج کی سیاسی صورتحال کے مدنظر ہی کیا ذات پر مبنی مردم شماری کی مانگ کی جا رہی ہے تاکہ پھر سے ذاتوں کی سیاست زندہ کی جا سکے اور اسی بہانے وہ پارٹیاں جن کے اقتدار میں آنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے ہیں اپنی کامیابی کے لیے حساب کتاب بیٹھا سکیں۔ لگتا نہیں کہ اس مانگ میں کامیابی ملے گی اور پھر سے ذاتوں کی سیاست اور ریزرویشن پر سیاست کی اجازت دی جائے گی۔

مظلومیت کے باوجود ہماری آہ وفغاں بے اثر کیوں؟

تحریر: نثار احمد حصیر القاسمی

ہمارا معاشرہ اس وقت ایک نہایت خطرناک بیماری اور مہلک وبا سے دو چار ہے، جو افراد ہی نہیں بلکہ پورے معاشرہ کو تباہ وبرباد کردینے والی ہے جو بھی اس بیماری میں مبتلا ہوتا، اس کی صحت وتندرستی، خیر وعافیت، وقت وعمر، رزق ومعیشت اور اہل وعیال سے خیر وبرکت اٹھ جاتی، اس کی دعا بے اثر ہوجاتی، اس کی مروت جاتی رہتی، اس کا وزن کم ہوجاتا، اس کے اخلاق بگڑ جاتے، شرم وحیا مفقود ہوجاتی اور اس کی دنیا بھی برباد ہوجاتی اور آخرت بھی، میری مراد اس بیماری سے کورونا یا طاعون یا اس طرح کی دوسری بیماریاں اور وبائیں نہیں بلکہ یہ حرام خوری اور ناجائز طریقہ پر دوسروں کا مال ہڑپ لینے کی بیماری ہے، یہ بیماری جس سماج یا فرد میں در آتی اور پھیلتی ہے اس کے اندر سے خوبیاں غائب ہوجاتیں اور اس کی جگہ بغض وحسد، کینہ وکدورت، نفرت وکراہت اور گھٹیا باتیں لے لیتی ہیں، جس سماج میں حرام کھانے کمانے کی عادت پیدا ہوجاتی ہے، اس میں خیر خواہی کی جگہ دھوکہ دہی، فریب کاری، چالبازی اور مکاری آجاتی ہے، امانت کی جگہ خیانت پیدا ہوجاتی، انصاف کی جگہ ظلم وناانصافی کا دور دورہ ہوجاتا اور امن وامان خوف ودہشت میں تبدیل ہوجاتا ہے، باطل وناجائز طریقہ پر لوگوں کا مال کھانے کا مطلب ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا مال ناحق طریقہ پر حاصل کرکے اسے اپنے دست تصرف میں لے لے، خواہ چوری کرکے، غصب کرکے، ظلم وتعدی اور دست درازی کے ذریعہ ہو یا دھوکہ دہی یا کسی بھی حیلے بہانے سے، اسلام نے ان تمام صورتوں سے مال حاصل کرنے اور دوسروں کے مال پر ناحق قبضہ جمانے سے منع کیا اور اسے حرام قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو، خرید وفروخت (النساء:۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کی جان بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی (صحیح مسلم)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع میں دس ذی الحجہ کو قربانی کے دن منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تمہاری جان، تمہارا مال، تمہاری آبرو تم پر حرام ہے، اس ماہ میں اس شہر میں اس دن کی حرمت کی طرح، کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ ہم نے کہا، ہاں۔ بے شک آپ نے پہنچا دیا، تو آپ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا، جو موجود ہیں وہ یہ بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ (متفق علیہ)

ناجائز طریقہ پر مال حاصل کرنے کی مختلف صورتیں ہمارے معاشرہ میں مروج ہیں، ایک تو دوسرے کا مال غصب کرلینا یا چوری کرلینا ہے جو سماج میں عام ہے، جو زور آور ہوتا ہے وہ کمزوروں کو دباتا، شہر کے محلّہ کے اور علاقہ کے جو دبنگ اور غنڈے قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ دوسروں کی زمینوں پر قبضے کرتے، دوسروں کے املاک پر قابض ہوتے، پھر اسے اپنی ملکیت میں لے کر اس کی خرید وفروخت کرتے ہیں، اور وہ اپنے اثر ورسوخ اور غنڈہ گردی سے جعلی کاغذات بھی تیار کرا لیتے ہیں، اسی طرح چوری اور ڈکیتی بھی عام ہے، بندوق دکھا کر اور نیزوں کے نوک پر دوسروں کا مال لوٹ لیا جاتا، اور اس ڈیجیٹل دور میں آن لائن دوسروں کے اکاؤنٹ سے بڑی بڑی رقم اپنے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرلیا جاتا ہے، کبھی اس کے لئے تشدد وجرائم کا ارتکاب بھی کیا جاتا اور دھوکہ دہی فراڈ اور فریب کاری کا سہارا بھی لیا جاتا ہے، ایسے جرائم کرنے والے انجام کار سے غافل ہوتے ہیں، یہ وہی ہوتے ہیں جنہیں اللہ کا ڈر نہیں اور اس کی پکڑ کی پرواہ ہی نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، عذاب اللہ کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ قوت وحکمت والا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہے چور پر جو انڈا اچراتا ہے، پھر اسکے نتیجہ میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، یا رسی چوری کرتا ہے جس سے اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلعم نے ارشاد فرمایا: جس نے زمین کا کچھ بھی حصہ ناحق لیا تو قیامت کے دن اسے ساتوں زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جس نے زمین کی علامتوں اور اس کی چوہدی کو تبدیل کیا۔ یعنی اس میں ردوبدل کرکے اپنی زمین کے ساتھ دوسروں کی زمین کا کچھ حصہ غصب کیا۔

> **رشوت سے کمائی گئی دولت بدترین کمائی ہے جس سے ظلم وناانصافی کی مدد ہوتی، انسانی عزت وآبرو کی پامالی ہوتی، فساد وبگاڑ کا ذریعہ ہوتی، نفسانی خواہشات کی پیروی ہوتی ہے، اقتدار کا بیجا استعمال ہوتا اور شخصی مفادات کے لئے ہر طرح کے شر وفساد اور ناانصافی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے اسلام نے رشوت کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ ہدیہ وتحفہ کے نام پر ہی کیوں نہ ہو۔**

جائز وحرام مال حاصل کرنے کی ایک صورت رشوت کا لین دین بھی ہے، یہ تو ہمارا قومی مزاج بن گیا ہے، کیا مسلم اور کیا غیر مسلم، ہر کوئی اس میں ملوث ہے، حکومت کے اعلیٰ حکام سے لے کر ادنیٰ درجہ کا چپراسی تک ہر کوئی اس لعنت میں گرفتار ہے، مسلم ہو یا غیر مسلم ہر کسی کو جہاں موقع ملتا بلا جھجھک ہاتھ صاف کرتا ہے، اسلام نے رشوت لینے کو بھی حرام قرار دیا ہے اور دینے کو بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، اور نہ پہنچایا کرو ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کرکے ناحق جبکہ تم کو معلوم ہے، خود کے ناحق ہونے کا، یعنی حاکموں اور منصفوں کو رشوت پہنچا کر اپنے حق میں فیصلہ کرا کر ظلم وستم سے مال حاصل نہ کرو، یا رشوت کے بغیر ہی جھوٹا مقدمہ بنا کر چرب زبانی اور جھوٹی گواہی کے ذریعہ دوسروں کے مال کے بارے میں اپنے حق میں فیصلہ حاصل کرکے دوسروں کے مال کو کھاؤ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: میں ایک انسان ہوں، اور تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو، اس میں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے معاملہ کو زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرے اور میں اسی سے مطمئن ہوکر اس کے حق میں فیصلہ کردوں تو یاد رکھو کہ حقیقت حال تو صاحب معاملہ کو خود معلوم ہوتی ہے، اگر فی الواقع وہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو لینا نہیں چاہیے کیونکہ اس صورت میں جو کچھ میں اسے دوں گا وہ جہنم کا ایک ٹکڑہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہے رشوت لینے اور رشوت دینے والے پر۔ (مسند احمد، سنن ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

رشوت سے کمائی گئی دولت بدترین کمائی ہے جس سے ظلم وناانصافی کی مدد ہوتی، انسانی عزت وآبرو کی پامالی ہوتی، فساد وبگاڑ کا ذریعہ ہوتی، نفسانی خواہشات کی پیروی ہوتی، اور اقتدار واختیارات کا بیجا استعمال ہوتا اور نظم وضبط کے خلاف کھلا چیلنج ہوتا ہے، اس سے سماج ومعاشرے کے مفادات کو نظر انداز کردیا جاتا اور شخصی مفادات کے لئے ہر طرح کے شر وفساد اور ناانصافی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے اسلام نے رشوت کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ ہدیہ وتحفہ کے نام پر ہی کیوں نہ ہو، حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے قبیلہ اسد کے ایک شخص کو جن کا نام لتبیہ تھا، زکوٰۃ کی وصولی پر مامور فرمایا، وہ جب وصولی کے بعد واپس آئے تو انہوں نے وصول کردہ مال میں سے کچھ کو جمع کرتے ہوئے اور کچھ کو اپنے لئے رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ بیت المال کا ہے اور یہ میرا ہے جو مجھے بطور ہدیہ ملا ہے، تو رسول اللہ صلعم منبر پر چڑھے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ میں جسے زکات وصول کرنے بھیجتا ہوں وہ آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے، وہ اپنے باپ کے گھر میں بیٹھا کیوں نہیں رہا، یا یوں فرمایا کہ وہ اپنی ماں کے گھر بیٹھا کیوں نہیں رہا کہ دیکھتا کہ اسے ہدیہ دیا جارہا ہے یا نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے، جو کوئی شخص اس مال میں سے کچھ لے گا وہ قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اونٹ اس کی گردن پر ہوگی، جو آواز نکال رہی ہوگی، یا گائے ہوگی یا بکری ہوگی جو آواز نکال رہی ہوگی، پھر آپؐ نے اپنا دونوں ہاتھ اوپر کی طرف اٹھایا یہاں تک کہ ہم نے آپ کے بغل کو دیکھ لیا، پھر فرمایا اے اللہ گواہ رہنا کہ میں نے پیغام پہنچا دیا ہے، یہ بات آپ نے دوبار فرمایا۔

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: ہم جسے زکات کی وصولی کے کام پر لگائیں یا انتظامی امور کی انجام دہی پر مامور کریں پھر ہم اس میں سے اسے کچھ دیں تو وہ اس کے لئے حلال ہے اور اس کے علاوہ اگر وہ اس میں سے کچھ لے لے تو یہ خیانت ہے۔ اس وقت حرام مال کمانے کا ایک بڑا ذریعہ خرید وفروخت میں ملاوٹ اور دھوکہ دہی ہے، تاجروں کی عادت بن گئی ہے کہ وہ گاہکوں سے جھوٹ بولتے، سامان فروخت کرنے اور گاہکوں کو لبھانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے، طرح طرح کے آفروں کا جھانسا دے کر ٹھگتے سامانوں کی اصلیت کو چھپا کر اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے اور گاہکوں کو لبھانے کیلئے ہر ممکن حیلہ اختیار کرتے ہیں، اس طرح جھوٹ فریب اور فراڈ کا سہارا لے کر سامانوں کی مارکٹنگ حرام، ظلم اور باطل طریقہ سے دوسروں کا مال ہڑپنا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تین لوگوں سے کلام نہیں فرمائیں گے بلکہ ان سے سخت ناراض ہوں گے، ایک تو احسان جتانے والا ہے کہ جب بھی کسی کو کچھ دیتا ہے تو احسان جتاتا ہے دوسرے وہ جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان فروخت کرتا ہے، جیسا کہ آج کل اشتہارات کے ذریعہ خوب بڑھا چڑھا کر اور اس کی جھوٹی خوبی بیان کرکے فروخت کیا جاتا ہے) اور تیسرا وہ شخص ہے جو ٹخنوں سے نیچے تک اپنی لنگی و پائجامہ لٹکا کر پہنتا ہے۔ (صحیح مسلم)

ہمارے یہاں ناپ تول میں کمی کرنا ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔ سبزی اور گوشت کی دکان ہو یا چکن مٹن کی، تیل واناج کی دوکان ہو، یا مچھلی وفروٹ کی، پٹرول وڈیزل کے پمپ ہوں یا گیس وکھاد کی دکان، ہر جگہ یہ وباء عام ہے، دس کیلو لیں، تو آٹھ ہی کلو ملے گا، ایک کیلو لیں تو تین پاؤ ہی میسر ہوگا، بہت کم تاجر ایسے ہیں جن میں خوف خدا اور احساس جوابدہی ہے اور وہ امانت داری کے ساتھ تولتے اور اپنا میٹر وترازو صحیح رکھتے ہیں، ایسے ہی معاملہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں، اس عظیم دن کے لئے جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (المطففین:۱-۶)

سامان کے عیوب کو چھپا کر اسے فروخت کرنے کا رواج بھی ہمارے درمیان ایک فن اور ہنر سمجھا جانے لگا ہے کہ گلے سڑے اور ناکارہ سامان کو اوپر سے ٹھیک ٹھاک کرکے کسی کے ہاتھ فروخت کردیا جاتا ہے، اشیائے خرد ونوش، لباس وپوشاک سے لے کر الکٹرانک سامان ومشنری تک ہر چیز اسی طرح دھوکہ دہی سے فروخت کی جاتی ہے اور ہماری اکثریت اس میں ملوث ہے اور مصیبت یہ ہے کہ ہم اسے برا بھی نہیں سمجھتے بلکہ کمال مہارت اور ہنر وہوشیاری سمجھتے ہیں جبکہ یہ دھوکہ وحرام اور اسلام کی نظر میں نہایت گھناؤنا عمل ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے کوئی عیب والی چیز اسے بیان کئے بغیر فروخت کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلعم کا گذر (فروخت کے لئے رکھے ہوئے) غلہ کے ڈھیر کے پاس سے ہوا، تو آپ صلعم نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا، تو اس کے اندر تری تھی، تو آپ نے فرمایا اے غلہ کے مالک یہ کیا ہے؟ اس نے جواب (باقی صـ۱۴ پر)

عالمی خبریں

ایئر انڈیا ٹاٹا گروپ نے خرید لی

انڈیا کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ملک کا سب سے بڑا صنعتی گروپ 'ٹاٹا' قومی ایئر لائن 'ایئر انڈیا' کو خرید رہا ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق حکومت نے کہا ہے کہ ٹاٹا گروپ کی ایک ذیلی کمپنی ایئر انڈیا کو چوبیس ارب ڈالر میں خریدے گی جبکہ ڈیل سال کے آخر تک حتمی شکل اختیار کرے گی۔ خیال رہے کہ ٹاٹا گروپ نے ہی ۸۹ سال پہلے ۱۹۳۲ء میں ایئر انڈیا قائم کی تھی جو اس وقت 'ٹاٹا ایئر' کے نام سے جانی جاتی تھی۔ اس کی پہلی پرواز ٹاٹا گروپ کے چیئر مین نے بطور پائلٹ خود اڑائی تھی جو کراچی سے ممبئی لینڈ کی تھی۔ تقریباً پچاس سال قبل یہ فضائی کمپنی حکومت کی جانب سے ۱۹۵۰ء کی دہائی میں نیشنلائز کردی گئی تھی۔ آزادی حاصل کرنے والے ملک کے لیے اس فضائی کمپنی میں امیدوں اور بلند ارادوں کی جھلک دکھتی تھی۔ 'آسمانوں کا مہاراجہ' کہلائی جانے والی ایئر انڈیا کو ۱۹۹۰ء کی دہائی میں دیگر کمپنیوں کی جانب سے اندرون ملک اور بین الاقوامی فضائی روٹس پر سخت مقابلے کا سامنا کرنا پڑا تھا، شدید مالی نقصانات کے بعد کمپنی بھاری قرضوں میں جکڑ گئی تھی۔ کئی حکومتوں نے ایئر انڈیا کی نجکاری کی کوشش کی لیکن قرضوں کی مالیت اور حکومت کے کچھ اثاثے اپنی ملکیت میں رکھنے کے اصرار پر کسی بھی خریدار کے ساتھ ڈیل طے نہ ہوسکی۔ ۳۱/ اگست تک ایئر انڈیا ۶۱۵/ ارب روپے سے زیادہ کی مقروض ہوچکی تھی۔

نوبل انعام ۲۰۲۱ء میں صرف ایک خاتون شامل

طب، کیمسٹری، فزکس اور ادب کے شعبے میں نوبل پرائز ۲۰۲۱ء اپنے نام کرنے والی تمام آٹھ شخصیات مرد ہیں جس کے بعد خاص طور پر سائنس کے شعبے میں دیے جانے والے ان ایوارڈز میں تنوع کے حوالے سے بحث ایک بار پھر زور وشور سے شروع ہوگئی ہے۔ برطانوی خبر رساں ایجنسی روئٹرز کے مطابق پیر کے روز آرڈم پیٹاپاؤشین اور ڈیوڈ جولیس نے میڈیسن کا نوبل انعام جیتا جبکہ فزکس کے شعبے میں جیورجیو پریسی، سیوکورو مانابی اور کلاس ہیسلمن نے نوبل انعام اپنے نام کیا۔ بنجامن لسٹ اور ڈیوڈ میک میلان کو کیمسٹری میں مالیکیول کے حوالے سے کام پر اس انعام سے نوازا گیا۔ تنزانیہ کے ناول نگار ۷۲ سالہ عبدالرزاق گرناہ کو ادب میں نوبل انعام جیتنے والے زیریں صحارا کے افریقہ سے تعلق رکھنے والے دوسرے افریقی نژاد مصنف ہیں۔ عبدالرزاق گرناہ نوآبادیاتی افریقہ کے مسائل اور دنیا پر نوآبادیاتی نظام کے اثرات کو اپنے ادبی تخلیقات کا حصہ بناتے رہے ہیں۔ سال ۲۰۲۱ء کا نوبل انعام برائے امن فلپائن کی خاتون صحافی ماریہ ریسا اور روسی صحافی دمیتری موراتوف نے نام رہا ہے۔

انڈیا میں ۱۵/اکتوبر سے غیر ملکی سیاحوں کو آنے کی اجازت کا فیصلہ

ایک سال سے زائد عرصے کے لیے بند رہنے کے بعد انڈیا اب ۱۵/ اکتوبر سے سیاحوں کے لیے کھل رہا ہے۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق انڈین وزارت داخلہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ساری صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے سیاحتی ویزوں کا اجرا شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تا کہ غیر ملکی ۱۵/ اکتوبر سے چارٹرڈ پروازوں پر انڈیا آسکیں۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ غیر ملکی سیاح جو چارٹرڈ جہازوں کے علاوہ کسی پرواز پر انڈیا آنا چاہتے ہیں وہ نئے سیاحتی ویزے پر ۱۵/ نومبر سے ایسا کرسکیں گے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کام پر ایک نظر

تحریر: ڈاکٹر حمید الدین

دنیا میں لاتعداد مذاہب ہیں، ان میں کئی توحید پرستی پر مبنی ہیں، متعدد مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد کروڑوں میں ہے، ممکن ہے اسلام اپنے پیروکاروں کی تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑا مذہب نہ ہو مگر یہ ایک زندہ اور فروغ پذیر مذہب ہے، دنیا کے تمام مذاہب اور لادینی عناصر اس کے خلاف مصروفِ عمل ہیں۔ کیونکہ یہ ایک آفاقی دین ہے اور کسی خطے یا نسل تک محدود نہیں، اسلام میں کسی بھی قومیت میں سرایت کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے، تاہم ہمارا موضوع اسلام نہیں، بلکہ اس عظیم دین کا داعی ہے۔

ادیان کی تاریخ عالم میں یہ کلیہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذہب کے بانی کی زندگی اور جدوجہد کے بارے میں بہت کم جانتا ہے، اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کو اپنی دنیاوی زندگی کے دوران زیادہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی، ان کے لائے ہوئے دین کو ان کی موت کے بعد ہی وسعت ملی اور ترقی حاصل ہوئی۔ ادیان کے ان بانی حضرات کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں نہیں بلکہ جستہ جستہ ہم تک پہنچی ہیں۔ ان مذاہب کے پیروکاروں نے تاریخ کے عمل کے دوران اپنے ادیان کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے زعم میں ان کے اصولوں اور عملی پہلوؤں میں کئی تبدیلیاں کردیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ کے تمام اصول وضوابط میں ایک استثنٰی ہیں، ان کی زندگی کے بارے میں آنکھوں دیکھے احوال پر جلدوں کی جلدیں موجود ہیں، جن میں ان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے کی تفصیل درج ہے۔ ان کے ذاتی اعمال، ان کے دور اور معاشرہ کی ذرا ذرا سی تفصیل بھی بیان کردی گئی ہے۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہی عظیم ترین کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ جب حجۃ الوداع کے موقع پر انھوں نے ایک لاکھ چالیس ہزار سے زائد مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا جو مختلف علاقوں سے حج کا فریضہ ادا کرنے مکہ معظّمہ آئے تھے، ان سے کئی گنا مسلمان اپنے گھروں میں موجود تھے، کیونکہ مسلمانوں پر ہر سال حج کرنا فرض نہیں، نہ ہی ان پر یہ فرض تھا کہ وہ کسی خاص سال کے موقع پر ضروری حج کعبہ کو جائیں، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اسلام کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی، مگر اسلام کے داعی کی زندگی میں ان کی تعلیمات کو جو کامیابی حاصل ہوئی، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاں تک رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا تعلق ہے، قرآن حکیم لفظ بلفظ ہم تک پہنچا ہے، اس کی زبان وہی ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا اور یہ جس انداز میں ہم تک آیا ہے، وہ قابل اعتماد ہے، چودہ صدیاں گزرگئیں، اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش یا دنیا میں کسی اور جگہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی، ہم جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا کرتے تھے، روزہ کیسے رکھتے تھے اور انھوں نے حج کس انداز میں کیا تھا۔ چنانچہ تمام مسلمان آج بھی ان روحانی فرائض کو عین اسی طرح انجام دیتے ہیں، جس طرح رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیئے تھے۔ دوسرے متعدد مذاہب کے پیروکاروں کی طرح ایسے مسلمانوں کی بھی کمی نہیں جو اپنے دین پر عمل نہیں کرتے، بلکہ بعض تو محض نام کے مسلمان ہیں، اس کے باوجود کسی مسلمان نے خواہ وہ محض نام کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو دین اسلام کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے لیے اس میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت محسوس نہیں کی، خود ہمارے دور میں تمام مذاہب میں اصلاح کی تحریکیں سرگرم عمل ہیں، مگر یہ عجیب بات ہے کہ دوسرے مذاہب کو تو جدید دور کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے لیے ان میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے لیکن کسی مذہب کے بانی کو اس سے بڑا اخراجِ عقیدت بھلا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کی تعلیمات آج بھی زندہ و متحرک ہیں اور ان میں ذرہ برابر تبدیلی کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی جارہی ہے۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر ہزاروں کتب موجود ہیں، ان کے مصنفوں میں اسلام کے دوست اور دشمن سبھی شامل ہیں، تمام مصنف خواہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کریں یا محض اس بات پر ناپسند کریں کہ ان مصنفوں کا تعلق اسلام کے مخالف مذاہب سے ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم انسان تھے، جن مصنفوں نے جان بوجھ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور ایسے مصنفوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، دراصل وہ بھی انھیں بالواسطہ طور پر خراجِ عقیدت پیش کررہے ہیں۔ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں کیونکہ وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر انھوں نے اسلام کی صحیح تصویر پیش کردی تو اس کے ہم مذہب گمراہ ہوجائیں گے، جنھیں وہ قبولِ اسلام سے روکنے کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے سروپا کہانیاں گھڑ کر سناتے رہتے ہیں، اس طرح کی ذہنی بددیانتی آج بھی جاری ہے، یہ بات تحیر خیز ہے کہ جدید مغرب کے زبردست مادّی اور دوسرے وسائل کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف پروپیگنڈہ کوئی نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے جن کی توقع اتنی بڑی تعداد میں کتابوں کی اشاعت، ریڈیو، ٹی وی نشریات اور فلموں کی نمائش کے بعد کی جاسکتی ہے، ہم نہیں جانتے کہ جتنے وسائل عیسائی مشنریوں اور کمیونسٹوں کو حاصل ہیں، اگر اسلام اتنے ہی وسائل سے بہرہ ور ہوتا تو دنیا کا رخ کیا ہوتا، لیکن اس کے باوجود یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ مسیحی اور کمیونسٹ مغرب دونوں میں اسلام نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے، دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد تیس سال کے دوران انگلستان میں کوئی ایک سو سے زائد مساجد کی تعمیر ہوئی ہیں، جرمنی اور فرانس بھی اس میدان میں انگلستان سے پیچھے نہیں، امریکی سفید فاموں میں بھی قبولِ اسلام کے واقعات کی کمی نہیں، چنانچہ اسلام کو گلے لگانے والوں میں سفرا، پروفیسر اور دیگر معزز پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ ہر سال سینکڑوں سیاح استنبول میں مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں، جہاں اناطولیہ کی نسبت مذہبی جوش وخروش زیادہ نہیں ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کا رشتہ زندگی کے ہر شعبہ سے قائم ہے، وہ محض مافوق الطبعیات عقائد تک محدود نہیں، وہ انسان کی روحانی زندگی کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کے لیے بھی اصول و قواعد بیان کرتے ہیں حتیٰ کہ سیاسیات بھی ان کی تعلیمات کے دائرہ سے باہر نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام انسان کی پوری زندگی کی تعمیر میں مدد دیتا ہے، دوسرے مذاہب کی طرح محض روحانی پہلو پر نظر نہیں رکھتا اور نہ ہی سیاست کو محض حکمرانوں کے رحم وکرم پر چھوڑتا ہے۔

ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی پیروکاروں کی زندگی اور ذاتی رویہ پر دین اسلام کے اثرات دوسرے مذاہب کی نسبت گہرے ہیں، یہ مذاہب آفاقیت کے دعویدار تو ہیں، مگر وہ اپنے پیروکاروں میں نسل اور رنگ کا تعصب تک ختم کرنے میں ناکام رہے ہیں، میں نے ۱۹۳۲ء میں انگلستان کی ایک مسجد میں ایک انگریز مؤذن دیکھا، اس نے بڑے فخر سے اپنا نام بلال رکھا ہوا تھا، جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حبشی نژاد مؤذن کا نام تھا، یہ کتنی نرالی بات ہے کہ فن لینڈ کے ایک شخص عقیل نے جو سویڈن میں آباد ہے، محض مطالعہ کے بعد اسلام قبول کرلیا، حالانکہ قبل ازیں کسی مسلمان سے اس کا تعارف نہ تھا، پھر فرانسیسی نژاد گینن کو بھی اس نے مشرف بہ اسلام کیا، گینن کے پیروکار فرانس، سوئزرلینڈ اور دوسرے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور سینکڑوں افراد کو حلقہ اسلام میں داخل کرچکے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ مغرب والوں کو صرف فخر الدین رازی نے ہی نہیں محی الدین ابن عربی نے بھی زبردست متاثر کیا ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کافر ہلاکو خاں نے عالم اسلام کو فتح کرلیا اور عباسیوں کے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، مگر چند درویشوں نے اس کے پوتے غزنی خاں کو مشرف بہ اسلام کیا اور عالم اسلام کو تباہ و برباد کرنے والوں کو اسلام کا عظیم علمبردار بنا کر رکھ دیا۔ اگر دیگر مذاہب کے بانیوں نے ایک دوسرے پر بعض انسانی خوبیوں میں سبقت حاصل کی ہے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے شعبوں میں فضیلت حاصل کی ہے کہ طالب علم حیرت زدہ رہ جاتا ہے، وہ ایک عظیم اور جامع صفات قانون ساز تھے، جنھوں نے تمام قانونی سوالات کے جواب میں قواعد مرتب کیے ہیں، وہ بہت بڑے منتظم تھے جنھوں نے مشت خاک سے ایک عظیم مملکت قائم کی، وہ خود اس کے منتظم اعلیٰ تھے، انھوں نے فوجوں کی کمان کی اور بسا اوقات اپنی رضا کار فوج سے تین سے پندرہ گنا بڑی فوج تک کو شکست فاش دی، ان کی اخلاقی تعلیمات پر مغز ہیں، اور ان کی تعلیمات کو محض مثالی یا ناقابل عمل بنانے کے لیے کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا، انھوں نے یہ نہیں کیا کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر چپت رسید کرے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کردو، بلکہ وہ کہتے ہیں: ”اگر تم ادلے کا بدلہ لو تو یہ بالکل درست اور جائز ہے، لیکن اگر تم معاف کردو تو یہ اللہ کے نزدیک مستحسن ہے۔“ یوں ان کی تعلیمات عام آدمی کے لیے بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح کسی ولی، رشی یا منی کے لیے، یہ تعلیمات عام آدمی کو ارتکاب گناہ سے روکتی ہیں اور اسے معقول حدود کے اندر رکھتی ہیں، ان کی مذہبی تعلیمات کے مطابق بندہ خدا کا اور خدا بندہ کا ہے۔ یوں انھوں نے خدا اور بندے کے درمیان براہِ راست رابطہ قائم کرادیا ہے، خدا اور بندے کے درمیان کسی واسطے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ کسی کی اجارہ داری ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں خدا کی وحدانیت، اس کی لاتعداد صفات، اپنی مخلوق کے لیے اس کی محبت اور رحم کا کوئی اور مذہب ثانی پیش نہیں کرسکتا، اسلام میں خدا رب العالمین ہے، وہ ودود (محبت کرنے والا) ہے، رحیم (رحم کرنے والا اور غفور (معاف کرنے والا) ہے، وہ قیامت کو سزا دینے میں حق بجانب ہے، مگر اس کی صفت اس کے غضب سے سوا ہے: سبقت رحمتي علی غضبي. محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی کو تمام اخلاق سکھایا اور جب وہ مطمئن ہوگئے کہ انھوں نے اپنا مشکل ترین مشن بحسن وخوبی تمام کردیا ہے تو انھوں نے اس کی بلند رفاقت کو ترجیح دی۔ مع الرفیق الاعلی. ◻◻

> **دنیا کی مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر ہزاروں کتب موجود ھیں، ان کے مصنفوں میں اسلام کے دوست اور دشمن سبھی شامل ھیں، تمام مصنف خواہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کریں یا محض اس بات پر ناپسند کریں کہ ان مصنفوں کا تعلق اسلام کے مخالف مذاھب سے ھے، اس بات پر متفق ھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم انسان تھے، جن مصنفوں نے جان بوجھ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ھے اور ایسے مصنفوں کی ایک بڑی تعداد موجود ھے، دراصل وہ بھی انھیں بالواسطہ طور پر خراجِ عقیدت پیش کررھے ھیں۔**

بچّوں کا گوشہ

بچوں کی جنسی تربیت: وقت کی اہم ضرورت (۱)

گذشتہ چند دنوں سے ایک کم سن بچی کے ساتھ جنسی تشدد اور درندگی کا واقعہ الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں موضوع بحث بنا ہوا ہے، ہر کسی کی زبان پر اسی حادثے کا ذکر ہے اور ہر کوئی اس اندوہناک واقعہ کی پرزور مذمت کرتا نظر آرہا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق یہ تازہ واقعہ حیدرآباد کے مسلم اکثریتی علاقے ٹولی چوکی میں واقع ایک مسلم اسکول میں پیش آیا جہاں درندہ صفت سپروائزر نے اسکول میں جاری سائنسی نمائش کے دوران چاکلیٹ دینے کے بہانہ سے اسکول ہی کے عقبی حصہ میں لے جاکر چار سالہ معصوم بچی کے ساتھ شرمناک حرکت کا مظاہر کیا۔ اس واقعہ کا پتہ اس وقت چلا جب لڑکی کے والد اپنی معصوم بچی کو لینے کے لئے اسکول پہنچے، بچی نے باپ سے شکایت کی کہ اس کے پیٹ میں درد ہے، والد کے فوری دواخانہ لے جاکر معائنہ کرانے پر پتہ چلا کہ اس معصوم کی عصمت دری کی گئی ہے۔ اس گھناؤنی حرکت کا پتہ چلنے پر لڑکی کے والدین نے اسکول کی انتظامیہ سے رجوع کیا اور گولکنڈہ پولیس اسٹیشن پہونچ کر اسکول کے خلاف شکایت درج کروائی۔ جس پر پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے سپروائزر کو حراست میں لے لیا اور اس کے خلاف عصمت ریزی پوسکو ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا۔ بعد ازاں برہم عوام نے اسکول پہونچ کر انتظامیہ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا، اس مظاہرہ میں مرد وخواتین کی بڑی تعداد شریک رہی۔ اسسٹنٹ کمشنر پولیس مسٹر کے اشوک چکرورتی نے بتایا کہ اسکول سوپروائزر کے خلاف عصمت ریزی کے علاوہ پوسکو ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا ہے، اُنھوں نے کہا کہ یہ واقعہ دوپہر ساڑھے بارہ بجے کے قریب پیش آیا اور پولیس، اسکول کے سی سی ٹی وی کیمروں کی ریکارڈنگ کی بنیاد پر شواہد اکٹھا کررہی ہے۔ متاثرہ لڑکی نیلوفر دواخانہ میں کچھ دن زیر علاج رہی۔ انسانیت کے نام پر سیاہ دھبے کے مترادف اس نوعیت کے خوف ناک واقعات ملک بھر میں جگہ جگہ پیش آتے رہتے ہیں ؛ مگر ان کو پڑھ کر یا سن کر ہم ہیں کہ صرف کڑھتے ہیں، کلبلاتے ہیں اور ٹھنڈی آہ بھر کے رہ جاتے ہیں ؛ جب کہ یہ ایک اجتماعی افتاد ہے جو اجتماعی کوششوں سے ہی ٹالی جاسکتی ہے۔

گوشۂ خواتین

خوشحال گھر کی ضامن عورت ہی ہے (۱)

گھر کو خوشحال اور جنت نما بنانے میں عورت کا کردار سب سے اہم ہے۔ اگر عورت چاہے تو گھر کو جنت بھی بنا سکتی ہے اور دوزخ بھی۔ صنف نازک ہونے کے باوجود اللہ نے عورت کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے جس کی وجہ سے ایک اکیلی عورت بڑی سے بڑی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اپنے گھر خاندان کو جوڑ کر رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بھلے ہی خواتین جسمانی طور پر کمزور نظر آتی ہوں، لیکن ذہنی طور سے وہ بہت مضبوط ہوتی ہیں، یا یوں کہنا غلط نہیں ہوگا کہ خواتین میں قوت ارادی مردوں کی بہ نسبت زیادہ دیکھا گیا ہے اور ان کی اسی طاقت کو اور زیادہ طاقتور بنانے میں مدد ملتی ہے۔

صنفِ نازک کے اندر بسے پیار، اپنا پن، صبر، جذبہ قربانی اور بے لوث محبت کے ذریعہ عورت ان خاص صفات کی مالک ہونے کی وجہ سے مائیکے کے ساتھ ساتھ ایک پرائے گھر یعنی سسرال کے انجان ماحول میں اجنبی لوگوں کو کچھ ہی پل میں اپنا بناتے ہوئے خود کو ہر رنگ ورُوپ میں ڈھال لیتی ہے اور مرتے دم تک اپنے تمام فرائض، تمام ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیتے ہوئے اینٹ پتھر سے بنے مکان کو جنت بنا دیتی ہے، لیکن اس کے برعکس یہی وہ عورت ہے جو اپنے غیر اخلاقی رویے سے اچھے بھلے جنت نما گھر کو دوزخ میں تبدیل کردیتی ہے، جس کی وجہ عورت کی بدگمانی، غلط فہمی، گھمنڈ، ضد اور شک ہے، جو چھوٹی چھوٹی باتوں کو طول دے کر گھر کا ماحول بگاڑنے، نااتفاقیوں کو ہوا دینے کا کام کرتی ہے اور انھیں وجوہات سے دیکھتے ہی دیکھتے مضبوط سے مضبوط رشتوں میں بھی دراڑ پڑ جاتی ہے۔

ویسے تو شک اور بدگمانی والے الفاظ بہت چھوٹے ہیں لیکن ان کا اثر زہر سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے، کیونکہ دنیا کے کسی بھی زہر میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ایک ساتھ کئی لوگوں کی جان لے، لیکن شک کا زہر اتنا خطرناک ہے کہ وہ ایک ساتھ کئی گھروں کو تباہ و برباد کردیتا ہے شک کسی بھی رشتے کو دیمک کی طرح اندر سے کھوکھلا کردیتا ہے۔ اور یہ شک کا زہریلا بیج جس کسی مرد یا عورت کے اندر گھس جائے اسے پھلنے پھولنے میں زیادہ دیر نہیں لگتا۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

مہدیؑ کی آمد- قرآن وسنت کی روشنی میں (۲)

اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام بلادِ اسلام کے نظم ونسق اور فرائض وحقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے، چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلادیں گے اوران مہمات سے فارغ ہوکر فتح قسطنطنیہ کے لیے روانہ ہوجائیں گے، بحیرۂ روم کے کنارے پر پہنچ کر قبیلہ بنواسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کرکے اس شہر کی خلاصی کے لیے جس کو آج کل استنبول کہتے ہیں مقرر فرمائیں گے، جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی فصیل نام خدا کی برکت سے یکایک گرجائے گی، مسلمان شہر میں داخل ہوجائیں گے، سرکشوں کو ختم کرکے ملک کا انتظام نہایت عدل وانصاف کے ساتھ کریں گے۔ ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گزرے گا، امام مہدی ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اڑے گی کہ

لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے ہوئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوکر آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ، پس سیڑھی حاضر کردی جائے گی، آپ اس کے ذریعہ سے نازل ہوکر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔

دجال نکل آیا اور مسلمانوں کو تباہ کررہا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی علیہ السلام ملک شام کی طرف واپس ہوں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لیے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان کے ماں باپ وقبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں، وہ اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے، لشکر کے آگے بطور حفاظت روانہ ہوکر معلوم کرلیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے، پس امام مہدی عجلت کو چھوڑ کر ملک کی خبر گیری کی غرض سے آہستگی اختیار فرمائیں گے، اس میں کچھ عرصہ نہ گزرے گا کہ دجال ظاہر ہوجائے گا اور قبل اس کے کہ وہ دمشق پہنچے حضرت امام مہدی علیہ السلام دمشق آچکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری وترتیب فوج کی کرچکے ہوں گے کہ مؤذن عصر کی اذان دے گا۔ لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے ہوئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوکر آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ، پس سیڑھی حاضر کردی جائے گی، آپ اس کے ذریعہ سے نازل ہوکر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع وخوش خلقی سے آپ کے ساتھ پیش آئیں گے اور فرمائیں گے یا نبی اللہ امامت کیجیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لیے امام ہیں اور یہ عزت اسی امت کو خدا نے دی ہے، پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتدار کریں گے، نماز سے فارغ ہوکر امام مہدی پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے کہ یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں، وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے ماتحت رہے گا۔ میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے۔

تمام زمین حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عدل وانصاف سے منور وروشن ہوجائے گی،

تحریر: مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ

ظلم وبے انصافی کی بیخ کنی ہوگی، تمام لوگ عبادت وطاعت الٰہی میں سرگرمی سے مشغول ہوں گے، آپ کی خلافت کی میعاد سات، آٹھ یا نو سال ہوگی۔ واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزرے گا، اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی۔

بعد ازاں امام مہدی علیہ السلام کی وفات ہوجائے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے جنازے کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے، اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائیں گے۔ (رسالہ علامات قیامت مؤلفہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہ)

یہاں جب آپ اس خاص تاریخ سے علیحدہ ہوکر نفس مسئلہ کی حیثیت سے احادیث پر نظر کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک بڑی اہمیت کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے حتیٰ کہ امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے ایک ایک باب ہی علیحدہ قائم کردیا ہے، ان کے علاوہ اور ائمہ حدیث جنھوں نے امام مہدی کے متعلق حدیثیں اپنی اپنی مؤلفات میں ذکر کی ہیں، ان میں سے چند کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں: امام احمد، البزار، ابن ابی شیبہ، الحاکم، الطبرانی، ابویعلیٰ موصلی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ جن جن صحابہ کرامؓ سے اس باب میں روایتیں ذکر کی گئی ہیں ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر، طلحہ، عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، انس، ابوسعید، ام حبیبہ، ام سلمہ، ثوبان، قرۃ بن ایاس، علی الہلالی، عبداللہ ابن الحارث بن جزر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شارح عقیدہ سفارینی نے امام مہدی کی تشریف آوری کے متعلق معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شمار کیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام مہدی کے خروج کی روایتیں اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اس کو معنوی تواتر کی حد تک کہا جاسکتا ہے اور یہ بات علمائے اہل سنت کے درمیان اس درجہ مشہور ہے کہ اہل سنت کے عقائد میں ایک عقیدے کی حیثیت سے شمار کی گئی ہے۔ ابونعیم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہم نے صحابہ وتابعین سے اس بات میں متعدد روایتیں بیان کی ہیں جن کے مجموعے سے امام مہدی کی آمد کا قطعی یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا امام مہدی کی تشریف آوری پر حسب بیان علماء اور حسب عقائد اہل سنت والجماعت یقین کرنا ضروری ہے۔ (شرح عقیدہ السفارینی، ص۷۹-۸۰)

اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی یہاں تواتر معنوی کا دعویٰ کیا ہے، قاضی شوکانی نے اس سلسلے کی جو حدیثیں جمع کی ہیں ان میں مرفوع حدیثوں کی تعداد پچاس اور آثار کی اٹھائیس تک پہنچتی ہیں۔ شیخ علی متقی نے بھی منتخب کنز العمال میں اس کا بہت مواد جمع کردیا ہے، حافظ ابن تیمیہ 'منہاج السنہ' میں اور حافظ ذہبی 'مختصر منہاج السنہ' میں تحریر فرماتے ہیں: یعنی جن حدیثوں سے امام مہدی کے خروج پر استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح ہیں، ان کو امام احمد،

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خلافت کی میعاد سات، آٹھ یا نو سال ہوگی۔ واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزرے گا، اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی۔

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت فرمایا ہے۔

یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ صحیح مسلم کی احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوگا جس کے زمانے میں غیر معمولی برکات ظاہر ہوں گی، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل پیدا ہوگا، دجال اسی کے عہد میں ظاہر ہوگا، مگر اس کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ خلیفہ نماز کے لیے مصلے پر آچکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر وہ مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹے گا مگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے فرمائیں گے، چونکہ آپ مصلے پر جاچکے ہیں، اس لیے اب امامت آپ ہی کا حق ہے اور یہ اس امت کی ایک بزرگی ہے لہٰذا یہ نماز تو آپ انھی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔ (جاری)

مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کا خودساختہ پودہ ہے

آج ہم قادیانیوں سے کہتے ہیں کہ تم انگریزوں کے خود کاشتہ پودے ہو تو وہ بڑے چڑتے اور بدکتے ہیں۔ حالانکہ بین ثبوت موجود ہیں۔ واضح شہادتیں حاضر ہیں۔ کتابیں گواہی دینے کے لئے موجود ہیں۔ الفاظ زندہ ہیں۔ صفحات آن ریکارڈ ہیں۔ پھر بدکنا کیسا؟ پھر چڑنا کیسا۔ صنعت کا صانع پر فخر ہونا چاہئے۔ حوالوں کے لئے چند آئینے پیش خدمت ہیں جن میں قادیانی سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔

- ”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی تمام کتابوں کو عرب ممالک اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں۔“ (تریاق القلوب، صفحہ ۲۵، مصنف مرزا قادیانی)
- سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت ”حکومت برطانیہ ہے“ (شہادت القرآن، صفحہ ۸۶، مصنف مرزا قادیانی)
- ”خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنادیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ مکرمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں۔“ (تریاق القلوب، صفحہ ۲۶، مصنف مرزا قادیانی)
- ”اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔“ (ضرورت الامام، صفحہ ۲۳، مرزا قادیانی)
- ”صرف یہی التماس ہے کہ سرکار دولت مدار۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت احترام و احتیاط اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت کی نظر سے دیکھیں، ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔“ (مرزا قادیانی کی درخواست بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب، مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ۷، صفحہ ۱۸، مرزا قادیانی)
- ”انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو۔“ (اشتہار مندرجہ ”تبلیغ رسالت“ جلد دہم، صفحہ ۱۲۳، مرزا قادیانی)
- ”گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور مقاصد پورا کرتے ہیں۔ اور ارد گرد دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لئے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے۔“

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت 150/-
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوتؐ نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

تمام صوبائی، ضلعی، شہری، علاقائی اور مقامی جمعیتوں کی خدمت میں

اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ ۱۸/ ستمبر ۲۰۲۱ء نے موجودہ حالات کے تناظر میں اصلاحِ معاشرہ کے سلسلے میں ایک رہنما اصول طے کیا ھے، جو منسلک ھے۔ آپ سے گزارش ھے کہ اپنی ریاست، ضلع اور تحصیل ومقامی سطح پر اس پیغام کو پہنچائیں اور اکائیوں کی طرف سے جمعیتوں کو سرکلر جاری کرکے بیداری پیدا کریں۔ والسلام — ناظم

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

جمعیۃ علماء ہند کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اصلاحِ معاشرہ ہے۔ کوئی بھی خرابی یا برائی معاشرے میں بیک وقت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ ایک زمانہ لگتا ہے؛ اسی لئے جمعیۃ علماء ہند مسلسل اصلاحی امور مختلف طریقے سے انجام دے رہی ہے اور وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے شعبہ اصلاحِ معاشرہ جمعیۃ علما ہند کی طرف سے آن لائن اصلاحی پروگرام کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔

نگراں کمیٹی اصلاح معاشرہ جمعیۃ علما ہند، منعقدہ ۲۶/ اگست ۲۰۲۱ء نے طے کیا کہ صوبائی جمعیتیں سال میں دوبار اصلاحِ معاشرہ سہ روزہ پروگرام کا اہتمام کریں اور علاقائی جمعیتیں ہر دو تین مہینے میں حسب موقع اصلاحی پروگرام کرتی رہیں، اور ائمہ کرام سے رابطہ، جمعہ میں منتخب عناوین پر بیان اور چھوٹے چھوٹے اصلاحی پمفلٹ کی اشاعت علاقائی زبان میں کریں۔ جہاں جہاں اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں ان کو مزید فعال بنایا جائے، جہاں قائم نہیں ہیں قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ برادری سطح پر اصلاحی کمیٹیوں کی تشکیل زیادہ مفید معلوم ہوتی ہے۔ صوبائی جمعیتیں شعبہ ہذا کے لئے ایک ناظم کا انتخاب کریں جو پروگراموں کی ترتیب، کمیٹیوں کی لسٹ اور رپورٹ وغیرہ سے مرکز کو مطلع کریں اور برابر رابطے میں رہے۔ نیز اپنے علاقے کی صورت حال کا جائزہ لیکر سماجی ومعاشرتی خرابیاں جو عروج پر ہوں اس کی نشاندہی کرکے شعبہ ھذا کو مطلع فرمائیں۔

نوٹ: شعبہ ہذا سے متعلق معلومات کے لئے مولانا معظم عارفی قاسمی آرگنائیزر شعبہ ہذا سے رابطہ قائم کریں۔ موبائل نمبر 9974858737

فقط والسلام

(مولانا) حکیم الدین قاسمی

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند

آسان اور سنت کے مطابق نکاح کے سلسلے میں چند رہنما اصول

نکاح خواں حضرات کے لئے

- نکاح کی تقریب سے قبل اہل خانہ سے رابطہ کرکے انہیں سنت وشریعت کے مطابق تقریب منعقد کرنے پر آمادہ کیا جائے اور رسومات و منکرات سے بچنے کی ترغیب دی جائے۔
- مسجد میں یا کسی سنجیدہ محفل میں ہی نکاح پڑھانے کا اہتمام کیا جائے۔
- خطبہ نکاح سے قبل اردو یا علاقائی زبان میں نکاح کی اہمیت اور زوجین کے حقوق اور خوش گوار ازدواجی زندگی کے سلسلے میں شریعت کی ہدایات اختصار کے ساتھ بیان کریں۔

لڑکے والوں کے لئے

- لمبی لمبی بارات لے جاکر لڑکی والوں کو زیر بار کرنا شریعت کی روح کے خلاف ہے اس لئے نکاح کے لئے حتی الوسع کم سے کم افراد کو ساتھ لے کر جائیں اور سادگی کے ساتھ دلہن کو رخصت کرا کے لائیں۔
- جہیز کا مطالبہ اور نمائش ہمارے سماج کی بہت بڑی لعنت ہے جس کی وجہ سے سیکڑوں مفاسد پیدا ہو رہے ہیں اس لئے اشارتاً وکنایتاً کسی بھی طرح جہیز کا کوئی مطالبہ نہیں ہونا چاہئے۔
- نکاح کے موقع پر صرف دعوت ولیمہ سادگی کے ساتھ مسنون ہے۔ نکاح سے پہلے اور بعد کی تقریبات کو بالکلیہ ترک کردیں۔
- ولیمہ میں کبھی دولت کی نمائش سے بچتے ہوئے اعزاء اقرباء، غرباء، مساکین اور پڑوسیوں وغیرہ پر مشتمل کم سے کم افراد کو مدعو کرنا چاہئے۔
- ولیمہ میں کھانوں کے مختلف انواع واقسام کے بجائے روزمرہ کے کھانوں میں ایک دو اضافی آئٹم پر اکتفا کریں۔
- مہر کا تعین زوجین کی حیثیت کے مطابق ہو تاکہ ادائیگی آسان ہو، اگر اللہ نے استطاعت دی ہو تو مہر فاطمی مستحسن ہے۔
- ولیمہ کی دعوت سنت کے مطابق بٹھا کر کھلائیں بفے سسٹم سے پرہیز کریں۔

لڑکی والوں کے لئے

- جہیز کا مطالبہ کرنے والے لڑکے سے ہرگز رشتہ نہ کروائیں۔
- سادگی کے ساتھ لڑکی کو رخصت کریں۔ اس موقع پر دعوت کو لازم یا مسنون نہ سمجھیں۔
- جہیز کی نمائش اور رسومات سے پوری طرح اجتناب کریں۔
- غیر شرعی رسوم منگنی، مہندی، اور ابٹن وغیرہ سے بچیں۔
- بالغ ہونے کے بعد بچیوں کی شادی میں ہرگز تاخیر نہ کریں۔
- لڑکے والوں سے بارات لانے یا دیگر رسومات پر ہرگز اصرار نہ کریں۔

مشترکہ ہدایات

- شادی کے موقع پر غیر شرعی اعمال گانا بجانا ڈی جے اور مرد وعورتوں کے اختلاط سے بچیں۔
- فضول خرچی سے اجتناب کریں۔
- ڈیکوریشن اور سجاوٹ پر جو لاکھوں رقم خرچ کی جاتی ہے اسی طرح مہنگے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں یہ سب اسراف وتبذیر میں داخل ہے اس سے مکمل اجتناب کریں۔
- جوڑے کی رقم، فوٹو اور ویڈیو گرافی سے اجتناب کریں۔

علماء، حفاظ، ائمہ اور جمعیۃ کے کارکنان کے لئے

- غیر شرعی نکاح جس میں جاہلانہ و ہندوانہ رسومات انجام دی جاتی ہے اس میں ہرگز شرکت نہ کریں۔
- جس نکاح میں باقاعدہ مطالبہ کے ساتھ جہیز کا لین دین اور نمائش ہو اس کا مکمل بائیکاٹ کریں۔
- آسان اور سنت کے مطابق نکاح کرنے کی مہم اپنے اپنے علاقوں میں چلائیں۔
- بطور نمونہ خود اپنا اور اپنے بچوں وبچیوں کا نکاح سنت کے مطابق کریں مسنون نکاح کے فوائد اور غیر شرعی نکاح کے مفاسد کو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ امت میں عام کریں۔
- کوئی بھی عالم یا حافظ غیر شرعی نکاح کرے یا جہیز وغیرہ کا مطالبہ کرے تو اس کا مکمل بائیکاٹ کریں۔
- اگر جمعیۃ کے کسی رکن کے بارے میں تقریبات میں غیر شرعی امور (مثلاً گانا بجانا جہیز وغیر کا مطالبہ اور نمود ونمائش اور مسرفانہ امور) پائے جائیں تو شکایت ملنے پر تادیبی کارروائی کرتے ہوئے اس کو ابتدائی رکنیت سے خارج کرنے کی کارروائی کی جاسکے گی۔

شعبہ اصلاح معاشرہ جمعیۃ علماء ہند

تجزیہ — سراج نقوی

سیاسی حربہ ہے آبادی پر کنٹرول کا قانون

آبادی پر کنٹرول سے متعلق مجوزہ قانون پر اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ کا تازہ بیان اس بات کا ثبوت ہے کہ اس قانون کو لانے کی کوششیں بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے کو حل کرنے کی نیک نیتی پر مبنی نہیں بلکہ اس کے پس پشت سیاسی مقاصد کارفرما ہیں اور اس کا نشانہ بھی ریاست کی مسلم آبادی ہی ہے۔ دراصل ایک پروگرام کے دوران میڈیا کے ذریعہ یوگی آدتیہ ناتھ سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا مذکورہ قانون کے نفاذ کے لیے حکومت کا کوئی آرڈیننس لانے کا ارادہ ہے؟ وزیر اعلیٰ اس سوال کا جواب ہاں یا نہیں میں بھی دے سکتے تھے لیکن ہر بات میں اپنے اقتدار کا زعم دِکھانا جن کی سرشت میں شامل ہو ان سے اس طرح کی امید کرنا بے معنی ہے۔

یوگی نے مذکورہ سوال کا جواب یہ دیا کہ آبادی پر کنٹرول سے متعلق قانون کے تعلق سے صحیح وقت پر فیصلہ لیا جائے گا۔ یہ جواب کافی تھا لیکن اس میں اقتدار کی طاقت کا تکبر شامل نہیں تھا۔ شاید اسی لیے وزیر اعلیٰ نے اپنے اس جواب کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ آپ لوگ کہتے تھے کہ مندر وہیں بنائیں گے لیکن تاریخ نہیں بتائیں گے، لیکن مندر کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا۔ وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ ہمارا کوئی بھی کام خاموشی سے نہیں ہوتا، جو ہوگا ڈنکے کی چوٹ پر ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ اگر آبادی پر کنٹرول سے متعلق قانون لانے کے تعلق سے حکومت کی نیت صاف ہے اور اس کا نشانہ کوئی خاص طبقہ یا فرقہ یا مذہب کے ماننے والے نہیں ہیں تو اسے لانے کے سوال کو مندر تعمیر سے جوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے یہ کہ کسی قانون لانے کے تعلق سے یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ ان کی حکومت یا پارٹی کوئی بھی کام خاموشی سے نہیں بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر کرتی ہے۔ آبادی سے متعلق قانون میں ڈنکے کی چوٹ کی ضرورت وزیر اعلیٰ یوگی کو آخر کیوں محسوس ہوئی؟ کیا اس لیے کہ کسی کی دل آزاری کا مقصد محض کوئی قانون بنانے سے پورا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ڈنکے کی چوٹ پر ملک کے اکثریتی طبقے کو یہ اشارے دینے کی بھی ضرورت ہے کہ حکومت ہندوتو کے ایجنڈے پر پوری شدت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ کسی حکومت کا کام شہریوں کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے قانون بنانا ہے، اگر کسی حکومت کو لگتا ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی ملک یا ریاست کے لیے مسئلہ ہے تو اس پر کنٹرول کے لیے قانون بنانے میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں، لیکن اگر ایک خاص ذہنیت کے لوگ مسلسل ملک کی مسلم اقلیت کی آبادی میں غیر معمولی اضافے کا جھوٹ پھیلا کر عوام کو گمراہ کرنے میں لگے ہوں اور اس مبینہ صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے ہندوؤں سے چار چار بچے پیدا کرنے کی اپیلیں کی جارہی ہوں تو ایسے میں آبادی پر کنٹرول سے متعلق قانون کو ڈنکے کی چوٹ پر لانے کا اعلان نیک نیتی پر مبنی نہیں بلکہ اس کے پس پشت کسی فرقے کو چوٹ پہنچانے کی نیت کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس طرح کی زبان قانون لانے کے غیر سنجیدہ اور خالصتاً سیاسی مقاصد کی نشاندہی بھی کرتی ہے، حالانکہ یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ کوئی بھی ایسا قانون کسی خاص ذات یا مذہب کے ماننے والوں کو سامنے رکھ کر نہیں بنایا جارہا اور اس کا نفاذ سب پر یکساں طور پر ہوگا لیکن سوال یہ ہے کہ اگر حکومت کی نیت صاف ہے تو اس قانون کے نفاذ میں تاخیر کس لیے کی جارہی ہے؟ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ ایسا کوئی قانون بنانے کا اعلان کرنا اور بات ہے لیکن اس کا نفاذ ٹیڑھی کھیر اس لیے ہے کہ اس سے متاثر بہرحال اکثریتی طبقہ بھی ہوگا اور اس کے مختلف قسم کے مفادات کو چوٹ پہنچے گی، یعنی حکومت آبادی پر کنٹرول سے متعلق قانون لانے کے جن مقاصد کی طرف اشارہ کر رہی ہے ان مقاصد کی تکمیل قانون کے نفاذ سے زیادہ اس کا ڈھول بجانے میں ہے اور اسی کی طرف یوگی آدتیہ ناتھ نے اشارہ بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعلیٰ نے یہ بتانے سے گریز کیا کہ مجوزہ قانون کا نفاذ کب ہوگا، البتہ اس معاملے کو رام مندر تعمیر کے ایشو سے جوڑ کر انھوں نے اپنی نیت اور ارادے کا ثبوت ضرور دے دیا۔ یوگی کا بیان درحقیقت اس بات کا اشارہ ہے کہ بی جے پی اتر پردیش کے آئندہ برس ہونے والے الیکشن میں جس طرح ہندوتو کے دیگر ایشوز کو گرم کرکے الیکشن جیتنے کا ارادہ رکھتی ہے اسی طرح آبادی پر کنٹرول کے قانون کو بھی ہندوتو کے ایجنڈے سے جوڑ کر اور اس بہانے ہندو مسلم ووٹوں کی صف بندی کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

حالانکہ ملک کے ایک غیر سرکاری تحقیقی ادارے پیو ریسرچ سینٹر کی تازہ تحقیق میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ ملک کی آزادی کی سات دہائیاں گزرنے کے بعد بھی مختلف مذاہب کی آبادی کے تناسب میں کوئی بڑا اور غیر معمولی فرق نہیں آیا ہے۔ یہ تحقیق بتاتی ہے کہ آج بھی ملک میں ہندوؤں کی مجموعی آبادی ۸۰ فیصد ہے جبکہ ہندوتو وادی طاقتیں عوام کو مبینہ طور پر بڑھتی ہوئی مسلم آبادی کا خوف دلا کر ہندو ووٹوں کی صف بندی کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ آبادی پر کنٹرول سے متعلق مذکورہ قانون بھی اسی کوشش کا ایک حصہ ہے۔ پیو ریسرچ سینٹر کی تازہ تحقیق میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ گزشتہ ستر برس میں ہر مذہب کے ماننے والوں کی تعداد میں بڑی حد تک یکساں اضافہ ہوا ہے۔ مسلمانوں کی آبادی گزشتہ مردم شماری کے مطابق مجموعی آبادی کا ۲ء۱۴ فیصد ہے۔ اس کے باوجود فرقہ پرست طاقتیں اگر مسلم آبادی میں اضافہ کا خوف دِکھا کر زہر پھیلا رہی ہیں تو اس کا مقصد اپنی سیاست چمکانے کے سوا کیا ہوسکتا ہے حالانکہ مذکورہ تحقیق نے مسلمانوں کی شرح پیدائش ہندوؤں کی شرح پیدائش سے بہت معمولی تناسب میں زیادہ بتائی ہے لیکن یہ ایک معمول کی بات ہے اور اسے ملک کی اکثریت میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کا نام دے کر خوف پیدا کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ تحقیق میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ عام طور پر تمام مذاہب کے ماننے والوں میں آبادی میں اضافہ کا تناسب پہلے کے مقابلے میں کافی کم ہوا ہے یعنی جہاں تک آبادی کی شرح میں اضافے کا تعلق ہے تو وہاں بھی مسلمان کسی دوسرے فرقے کے مقابلے میں آگے نہیں ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ بی جے پی کے لیے آبادی میں اضافہ محض سیاسی فائدے کا ایشو ہے۔

کھیل کی دنیا

مہندر ناتھ تھے دُنیا کے سب سے منجھے ہوئے بلے باز: گاوسکر

مہندر بھاردواج عرف مہندر امرناتھ ہندوستان کے سابق کرکٹر رہے ہیں۔ ن کو 'جمی' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ مہندر امرناتھ کو کرکٹ وراثت میں ملی۔ ان کے والد لالہ امرناتھ آزاد ہندستان کے پہلے کرکٹ کپتان رہے۔ مہندر امرناتھ ۱۹۵۰ء میں پنجاب کے پٹیالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بھائی سریندر امرناتھ بھی ٹیسٹ کرکٹ کھلاڑی تھے۔ دوسرے بھائی راجندر امرناتھ بھی فرسٹ کلاس کھلاڑی رہ چکے ہیں۔ کرکٹ کا ورثہ میں ملنا، پھر کرکٹ سے دلچسپی، بعد میں مہندر امرناتھ کا پیشہ بن گیا۔

مہندر امرناتھ نے اپنے کرکٹ کیریئر کی شروعات سال ۱۹۶۹ء میں آسٹریلیا کے خلاف چنئی میں کی تھی۔ ابتدا سے ہی انھوں نے گیند بازی اور بلے بازی میں اپنی شاندار کارکردگی پیش کی۔ وہ ہندوستان کے بہترین آل راؤنڈر ثابت ہوئے۔ اپنے کیریئر کے سنہرے دنوں میں وہ ٹاپ آرڈر بلے باز رہے۔ مہندر امرناتھ اپنی بہترین پرفارمینس کی وجہ سے عام طور پر تیسرے نمبر پر بلے بازی کرنے آتے تھے۔ وہ گیند کو بہت اطمینان کے ساتھ کھیلتے اور نہایت عمدہ طریقے سے گیند بازی کرتے۔ وہ گیند بازی میں سوئنگ اور کٹ کرانے میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کا رن اَپ بھی دیگر گیند بازوں سے مختلف تھا۔ وہ کریز کے قریب پہنچ کر اپنی گیند پھینکنے کی رفتار کم کردیا کرتے تھے اور اسی درمیان وہ اپنی گیند کو اس طرح سوئنگ اور کٹ کراتے تھے کہ بلے باز ان کی گیند کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔

ویسٹ انڈیز کے تیز گیند باز میلکم مارشل اور پاکستان کے سابق کپتان عمران خان، مہندر امرناتھ کی بلے بازی اور گیند بازی کی ستائش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی گیند بازی کا منفرد اسٹائل اچھے اچھے بلے بازوں کو پریشان کردیتا تھا۔ وہیں ان کی بلے بازی بھی کسی جارح بلے باز سے کم نہ تھی۔ انھوں نے سال ۸۳-۱۹۸۲ء میں پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے خلاف ۱۱ ٹیسٹ میچ کھیلے جس میں انھوں نے اپنی بلے بازی کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ہزار سے بھی زیادہ رن بنائے۔

ہندوستان کے عالمی شہرت یافتہ بلے باز سنیل منوہر گواسکر نے اپنی کتاب 'آئیڈلس' میں مہندر امرناتھ کی تعریف کرتے ہوئے امرناتھ کو دنیا کا سب سے منجھا ہوا بلے باز بتایا ہے۔ وہیں پاکستان کے سابق کپتان عمران خان نے اپنی کتاب 'آل راؤنڈ ویو' میں مہندر امرناتھ کی جم کر ستائش کی۔ عمران خان نے تو اپنی کتاب میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ۸۲-۱۹۸۱ء میں مہندر امرناتھ سے بہتر کوئی بلے باز نہیں تھا۔ عمران خان نے مزید لکھا کہ امرناتھ کو ہندستان کے لیے ان کے کیریئر کی شروعات سے ان کے ریٹائرمنٹ تک مسلسل کھیلتے رہنا چاہیے تھا۔ امرناتھ پر ایک وقت ایسا بھی گزرا جب انھیں ۱۹۶۹ء میں اپنے کیریئر کی شروعات کے بعد ٹیم میں واپسی کے لیے تقریباً چھ برسوں تک انتظار کرنا پڑا۔

امرناتھ کی خاص پہچان ان کی شخصیت تھی۔ ان کا مزاج انتہائی کول تھا۔ ویسٹ انڈیز کے مایہ ناز بلے باز ووین رچرڈ انھیں کرکٹ کی دُنیا کے

ویسٹ انڈیز کے تیز گیند باز میلکم مارشل اور پاکستان کے سابق کپتان عمران خان، مہندر امرناتھ کی بلے بازی اور گیند بازی کی ستائش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی گیند بازی کا منفرد اسٹائل اچھے اچھے بلے بازوں کو پریشان کردیتا تھا۔

سب سے اچھے لوگوں میں سے ایک کھلاڑی کہتے ہیں۔ آسٹریلیا کے سلامی بلے باز ڈویڈ بون نے امرناتھ کے لیے کہا تھا کہ چیلنج قبول کرنا ان کی ڈکشنری کا ایک خاص لفظ تھا۔ کرکٹ میں انھیں بلے بازی کرتے ہوئے متعدد بار زخموں اور شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ عمران خان کی گیند بازی کی وجہ سے وہ ایک بار بیہوش ہوگئے تھے اور میلکم مارشل کی تیز گیند بازی کی وجہ سے ان کا ایک دانت تک ٹوٹ گیا تھا۔ جیف تھامس کی گیند سے امرناتھ کا جبڑا ٹوٹ گیا لیکن امرناتھ نے چھ ٹانکے لگنے کے باوجود بھی بلے بازی کی۔ رچرڈ ہیڈلی کی برق رفتار گیند سے ان کی کھوپڑی میں بال برابر فریکچر تک ہوگیا تھا۔

مہندر امرناتھ نے جنھیں کرکٹ وراثت ملیں ملی، اس روایت کو آگے بڑھایا اور ہندستانی کرکٹ کو اس مقام تک لے جانے میں اہم کردار ادا کیا، جہاں ہندستانی کرکٹ کو ہر شہری دیکھنا چاہتا تھا۔

عالمی کپ ۱۹۸۳ء میں مہندر امرناتھ کا ہندستان کی فتح میں اہم رول رہا۔ انھیں مین آف دی سریز کے خطاب سے نوازا گیا۔ اس فائنل میچ میں انھوں نے شاندار ۲۶ رن بنائے اور تین وکٹ لے کر مین آف دی میچ کے اعزاز سے سرفراز کیے گئے۔ وہ ہندستانی ٹیم کے علاوہ بڑودہ، دہلی، درہم، پنجاب، ولٹشائر کے لیے بھی کھیلے۔ ۶۹ ٹیسٹ میچوں میں ۱۱۳ انگز کھیلیں جس میں ۴۲٫۵۰ کی اوسط سے ۴۳۷۸ رن بنائے۔ ۱۳۸ سب سے زیادہ اسکور رہا۔ اس عرصے میں ۱۱ سنچریاں اور ۲۴ نصف سنچریاں بھی بنائیں۔

ایک روزہ میچوں میں مہندر امرناتھ کی کارکردگی بھی بہتر نظر آتی ہے، ۸۵/ایک روزہ میچوں میں انھوں نے ۷۵ انگز میں ۱۹۲۴ رن بنائے، جس میں ان کی دو سنچری اور تیرہ نصف سنچریاں شامل ہیں۔ فرسٹ کلاس میچوں میں انھوں نے ۲۴۸/انگز میں ۳۰ سنچریاں اور ۶۷ نصف سنچریاں بنائیں۔ وہیں گیند بازی میں ۶۹ میچوں میں ۱۷۸۲ رن دے کر ۳۲ وکٹ حاصل کیے۔ ۸۵ ایک روزہ میچوں میں ۱۹۷۱ رن دے کر ۴۶ وکٹ حاصل کیے۔ فرسٹ کلاس میچوں میں بھی ۲۴۸ میچوں میں ۲۷۷ وکٹ حاصل کیے۔

ٹیسٹ کرکٹ کے بعد سال ۱۹۷۵ء سے ایک روزہ کرکٹ میچوں کی شروعات ہوئی۔ ایک روزہ میچوں کا فارمیٹ ایسا تھا کہ اس میں آل راؤنڈر کھلاڑیوں کا کردار اہمیت کا حامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مہندر امرناتھ ایک روزہ میچوں میں بالکل فٹ بیٹھے۔ عالمی کپ ۱۹۶۳ء سے قبل ایک سیریز ویسٹ انڈیز کے خلاف شروع ہوئی۔ ویسٹ انڈیز کے تیز گیند باز اس وقت اپنی پوری فارم میں تھے۔ میلکم مارش، مائیکل ہولڈنگ، اینڈی رابٹس تینوں گیند باز آگ اگل رہے تھے۔ تینوں گیند بازوں نے مل کر ہندستانی بیٹنگ لائن کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن امرناتھ نے اپنی کول بلے بازی سے ویسٹ انڈیز کے گیند بازوں کو دم خم توڑ دیا اور پہلی انگز میں ۵۸، اور دوسری انگز میں سنچری بنا کر مین آف دی میچ کا خطاب بھی اپنے نام کیا لیکن جو مضبوطی انھوں نے چوتھے ٹیسٹ میں دِکھائی وہ آج بھی ایک مثال ہے۔□□

طب وصحت

نزلہ زکام سے بچنے کی چند تدابیر

ایک سروے سے پتہ چلا ہے کہ ہر انسان کو سال میں کم از کم دو مرتبہ نزلہ ضرور ہوتا ہے۔ اس کیفیت سے کیسے نمٹا جائے اس کے لیے یہ آرٹیکل ملاحظہ فرمائیں۔ سروے کے مطابق بڑوں کو سال میں دو سے چار مرتبہ اور بچوں میں نزلے کی شکایت چھ سے دس مرتبہ تک ہوسکتی ہے۔ جن گھروں میں بچے زیادہ ہوتے ہیں وہاں نزلہ ایک سے دوسرے کو لگنے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔ بیس سے تیس سال کی عمر کی خواتین میں یہ تناسب آٹھ سے دس مرتبہ ہوسکتا ہے۔ نزلے کا تعلق کسی خاص موسم یا آب وہوا سے نہیں بلکہ یہ سال کے کسی بھی حصے میں ہوسکتا ہے۔ صحت کے ادارے کے مطابق یہ وائرس ان گھروں میں زیادہ تیزی سے پھیلتا ہے جن میں خشک ہوا ہوتی ہے۔ باہر کی آب وہوا اور موسم پر وائرس کا اتنا زیادہ اثر نہیں ہوتا۔ عام نزلہ، وائرس کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس پر کوئی بھی دوا اثر نہیں کرتی۔ دوا کے بجائے آپ کا جسم اس وائرس سے مقابلہ کرتا ہے۔ اس لیے بیماری کو ختم کرنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس کی علامات پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بند ناک، گلے میں خراش، کھانسی، سینہ جکڑنا اور سر درد یہ سب نزلے کی علامات ہیں۔ یہ صورتِ حال خطرناک تو نہیں لیکن پریشان کن ضرور ہوتی ہے۔ پھر بھی وائرس کا یہ دورانیہ برداشت تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس کی علامات کو کم کرنے کے لیے گھریلو تدابیر کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ سر درد اور کھانسی کو کم کرنے کے لیے دواؤں اور سیرپ کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ نیچے موجود گھریلو تدابیر بھی علامات کو کم کرنے میں مددگار رہوں گی۔

ناک جسم کا نازک حصہ، احتیاط رکھیں

ناک کے ذریعہ ہم سانس لیتے ہیں اور اس دوران ہم جتنی بھی ہوا سانس کے ذریعہ اندر لے جاتے ہیں ہماری ناک اس ہوا کو صاف کرتی ہے۔ ناک کے اندر موجود بال اس ہوا کو صاف کرنے کے لیے پہلے فلٹر کا کام کرتے ہیں۔ ہم نے عموماً دیکھا ہے کہ لوگ ناک کے بالوں کو ایک چمٹی کے ذریعے اُکھاڑتے ہیں۔ یہ طریقہ آپ کے لیے بہت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ ویب سائٹ بزنس انسائیڈر نے ایک ویڈیو شیئر کی ہے جس میں نیویارک یونیورسٹی کے ماہر امراض ناک، کان وگلہ ڈاکٹر ایرک وائٹ نے بتایا ہے کہ ناک کے بالوں کو چمٹی سے نکالنا کس قدر نقصاندہ ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر ایرک کا کہنا تھا کہ جب ہم ناک کے بالوں کو چمٹی سے اُکھاڑتے ہیں تو یہ جلد کے اندر سے ٹوٹ جاتے ہیں جس سے جلد میں ایک سوراخ بن جاتا ہے۔ اس سوراخ میں بیکٹیریا چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہوں گے کہ بال اکھاڑنے سے بسا اوقات معمولی خون بھی نکل آتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بال اکھاڑنے سے بننے والے سوراخ کے پاس خون کی وریدیں بھی ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ایرک کے مطابق یہ بیکٹیریا ان خون کی وریدوں کے ذریعے باقی جسم میں پھیل جاتے ہیں اور انفیکشن پھیلاتے ہیں۔ بالخصوص ناک کے بالوں کے اکھاڑنے سے بننے والے سوراخوں کے ذریعے جسم میں سرایت کرنے والے یہ جراثیم اور بیکٹیریا دماغ کی جھلی کے ورم اور دماغ کے ٹیومر کا باعث بنتے ہیں۔ آپ اپنے بالوں کو بالکل بھی ناک سے باہر نہ بڑھنے دیں لیکن اس کے لیے انھیں چمٹی سے اکھاڑنے کی بجائے قینچی سے کاٹیں اور صرف اتنا ہی کاٹیں کہ یہ ناک سے باہر نظر نہ آئیں۔ ناک کے اندر تک بالوں کو کاٹنا بھی کئی بیماریوں کو جنم دیتا ہے کیونکہ اس سے اندر جانے والی ہوا بہتر انداز میں صاف نہیں ہو پاتی۔

ادبیات

تجھی کو حمد زیبا ہے کہ ہم سب کا خدا تُو ہے

مولانا نسیم غازی مظاہری

تجھ ہی سے ابتداء ہر چیز کی ہے، منتہیٰ تُو ہے
ازل سے تاابد بے ابتدا و انتہا تُو ہے
تو ہی اوّل تو ہی آخر تو ہی ظاہر تو ہی باطن
تجھی کو حمد زیبا ہے کہ ہم سب کا خدا تو ہے
بقا تجھ کو، فنا مجھ کو، ثنا تیری، زباں میری
میں فانی بے بقا ہوں، ذات باقی لافنا تو ہے
تیری حمد و ثنا سے عجز کا اقرار ہے سب کو
تیرے اوصاف بے پایاں ازل سے ہے سدا تو ہے
چھپا ہے ساری خلقت سے مگر پھر بھی عیاں تو ہے
سبھی سے ہے ملا تو اور ہر شئے سے جدا تو ہے
مجھے حیرت ہے تیرا کس طرح انکار کرتے ہیں
جدھر دیکھو جہاں دیکھو وہیں جلوہ نما تو ہے
تیری توحید کی صورت خدایا نور آنکھوں کا
میرے اس شیشۂ دل میں فقط جلوہ نما تو ہے
مجھے اوروں سے کیا مطلب ہے تجھ سے واسطہ مجھ کو
نسیمؔ زار کے غم کی دوا اور مدعا تو ہے

چلو چل کر اُجالا مانگ لیں شمعِ رسالت کا

ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی

محمدؐ نام حکمت کا، اخوّت کا، صداقت کا — بھٹکتوں کی ہدایت کا ہدایت کی ضمانت کا
ہے خیر و عافیت کا، امن کا مہر و مروّت کا — خدا سے قرب کا، دنیا کی ساری خیر و برکت کا
وہ اُمی تھے مگر روشن کتاب اللہ دی ہم کو — جو سدِباب بن کر آئی دُنیا کی جہالت کا
ضلالت کے اندھیروں کا نشاں تک میٹنا ہو تو — چلو چل کر اُجالا مانگ لیں شمعِ رسالت کا
حنیفؔ اپنے لیے چاہو شرف علمی فضیلت کا
تو اس در پر چلو جو ہے دبستاں علم و حکمت کا

ایک دن موت کے صحرا سے گزرنا ہوگا

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوریؒ

تیرا دیوانہ زمانے میں جو رسوا ہوگا — عشق میں اُس کا مقام اور بھی اونچا ہوگا
ایک دن موت کے صحرا سے گزرنا ہوگا — زندگی تو نے کبھی یہ بھی تو سوچا ہوگا
خونِ دل خونِ وفا خونِ تمنا ہوگا — آج محفل میں کسی کی یہ تماشا ہوگا
پرچم عزم و عمل میرا جو اونچا ہوگا — کامرانی کا مری دہر میں چرچا ہوگا
جگمگائیں گی مسرّت کی ہزاروں شمعیں — تیرہ و تار فضاؤں میں اُجالا ہوگا
دھجیاں بن کے اڑیں گے کئی جیب و داماں — جوشِ وحشت سے ہمارے یہ تماشا ہوگا
جب اشاروں پہ مرے رقص کناں تھی دُنیا — وہ زمانہ بھی ترے جور نے دیکھا ہوگا
اپنی آنکھوں پہ بٹھا کر جو گرایا تو نے — کب ستم ایسا کسی اور پہ ٹوٹا ہوگا
جس سے پیتے ہو شب و روز شرابِ عشرت — زہرِ غم بھی تمھیں اُس جام سے پینا ہوگا
بارشِ ظلمتِ امروز پہ ہنسنے والو! — آسمانوں سے کبھی نور بھی برسا ہوگا
تابشِ داغِ وفا اور بڑھے گی حافظؔ
محفلِ عشق میں جتنا بھی اندھیرا ہوگا

کہرام بے سبب ہے سسکتی صداؤں کا

اعجاز عسکری

ٹوٹا ہے زور کس سے زمینی ہواؤں کا — کہرام بے سبب ہے سسکتی صداؤں کا
جائیں گے گویا دھوپ کے لمبے سفر پہ ہم — یعنی ہمیں بھی خبط ہے رستے کی چھاؤں کا
کس کی بساط ہے کہ چلے تیرے ساتھ ساتھ — اس راہ میں کہ آنکھ بھی پتھر ہے پاؤں کا
کیسے رکے گا خوف کے خالی مکان میں — عادی جو ہوگیا ہو سہانی فضاؤں کا
کیسے کٹے گی وسط دسمبر کی سرد رات
ڈوبا رہا جو برف میں جھونکا پچھاؤں کا

جمعیۃ علماء آندھرا و تلنگانہ کے زیر اہتمام سیرت کوئز پروگرام

حیدرآباد، ۵؍اکتوبر: حضرت مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ریاستی جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش کے زیر اہتمام الحمدللہ گزشتہ کئی سالوں سے دونوں ریاستوں تلنگانہ وآندھرا پردیش میں سرکار دوعالم کی سیرت طیبہ کوئز کے پروگرام مختلف اضلاع میں منعقد کئے جاتے ہیں۔ امسال ضروری ہے کہ یہ پروگرام زیادہ سے زیادہ اہتمام اور فکر کے ساتھ منعقد کئے جائیں تاکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ، آپ کا اسوۂ حسنہ آپ کے اخلاق وعادات اور آپ کا ہم وطنوں کے ساتھ جو حسن سلوک تھا وہ ہمارے بچوں کے ذہنوں میں بیٹھ جائے۔ ان کے دلوں میں اثرانداز ہوجائے اس لئے کہ اس وقت ماحول ایسا ہوگیا ہے کہ ہماری قوم غیروں کے طور وطریقہ سے تو واقف ہے لیکن افسوس پیارے آقا کے اسوۂ حسنہ آپ کے مبارک طریقہ سے واقف نہیں اس وقت دین سے دوری کا ایک عجیب ماحول ہے خاص طور پر ہمارے بچے اور بچیاں دوسری قوموں کے طور طریقہ سے تو واقف ہے لیکن اسلام اور اسلامی تاریخ سے بہت دور ہورہے ہیں۔ لہٰذا ایسے نازک حالات میں ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ محسن انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام کریں اسکول، کالج میں اور اپنے مکاتب میں بھی سیرت طیبہ کے واقعات اور آپ کا پاکیزہ طریقہ بچوں کو بتلائیں اور ان کو سمجھائیں۔ کم ازکم ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے ہم لوگ اس فکر کے ساتھ اگر جگہ جگہ سیرت کے عنوان پر جلسہ اور سیرت النبی کوئز کے پروگرام منعقد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ امت کو اس کا بہت فائدہ ہوگا۔

بقیہ — منظر پس منظر

دونوں باہم شیر وشکر ہوجائیں۔ سماج کے بڑوں کا جہاں یہ فرض ہے وہیں اہل اقتدار کو بھی یہی کرنا چاہیے تاکہ امن وامان برقرار رہے اور ہر کسی کو آگے بڑھنے اور اپنے حالات کو بہتر بنانے کے مواقع ملتے رہیں۔ ان میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ آنے پائے۔ ماضی میں بھی دو مختلف گروہوں کے درمیان تصادم کے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ یہ جھگڑے کبھی چھوٹے پیمانے پر ہوئے تو کبھی بڑے پیمانے پر لیکن جلد ہی معاملہ رفع دفع ہوگیا اور دونوں گروہ پہلے ہی کی طرح آپس میں مل جل کر رہنے لگے۔ حکومت کا یہ کام ہے کہ وہ حالت امن کو برقرار رکھے، کسی پر کسی کو ظلم کرنے کا موقع نہ دے، اگر کوئی ایسا کررہا ہو تو اسے نہ صرف روکے بلکہ اسے اس سے باز رکھنے کے پختہ انتظامات کرے۔ مظلوم طبقات یا طبقے کی شکایات دور کی جائیں اور ان کے نقصانات کی تلافی کی جائے۔ اگر مظلوم طبقہ یا طبقوں کی طرف سے آواز اُٹھائی جائے تو حکومت اس پر کان دھرے، اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اگر کسی مخصوص گروہ کو نشانہ بنایا جائے اور اس کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی جائے، اگر ایسا ہورہا ہو تو حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر نہ صرف یہ کہ نظر رکھے بلکہ اس کا تدارک بھی کرے۔ سماج کے بااثر گروہوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس صورتحال کا نوٹس لیں۔

آزاد ہندستان میں مسلمانوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہورہی ہیں ان میں ایک زیادتی یہ ہے کہ مسلمان سمجھ کر ان کو نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ ان کی جان، مال اور عزت وآبرو پر حملے ہوتے رہے ہیں۔ یہ کوئی حادثاتی واقعات نہیں ہیں بلکہ ایک منظّم اور سوچی سمجھی اسکیم ہے۔ پچھلے ساٹھ ستر برسوں سے یہ ہورہا ہے۔ اس صورتِ حال نے اب نہایت سنگین صورت اختیار کرلی ہے اس لیے کہ مسلم دشمن عناصر اب نہ صرف بااختیار ہوگئے ہیں بلکہ قوت و طاقت کے مراکز تک ان کی رسائی بھی ہوگئی ہے۔ پہلے بھی اس ذہنیت کے افراد بااختیار تھے اور قوت وطاقت کے مراکز پر تھے، مگر اس وقت انھوں نے دوسرا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ اب چونکہ مسلم دشمنی کے کھلم کھلا قائل عناصر بھی طاقت کے مراکز پر فائز ہیں لہٰذا اب اس کے لیے سرکاری وسائل اور مشینری کا استعمال ہونے لگا ہے۔ اس مسئلے کا ایک نہایت دردناک پہلو خواتین کی عزت سے کھیلنے کا ہے اس لیے اس کی ضرورت تو بہت پہلے سے محسوس کی جارہی تھی کہ اس کی روک تھام کی سرکاری سطح پر کوششیں ہونی چاہئیں اور ایسا کوئی نظام اور قانون بننا چاہیے کہ اس کا سلسلہ بند ہوسکے۔ ❑❑

بقیہ: —— گاہے گاہے باز خواں...

افریقہ اور ایشیا میں بھی آبادی کی شرح کم نہیں ہوگی اس وقت تک اپنے ملکوں میں اسے کم کرنا خطرناک ثابت ہوگا۔

ہمارے خیال میں آج دنیا کے کسی ایک ملک کے لیے آبادی پر کنٹرول کی پالیسی پر عمل کرنا نقصان دہ ثابت ہوگا اس کے لیے ضروری ہے کہ عالمی سطح کی ایک آبادی پالیسی بنائی جائے جس میں تمام ممالک شامل ہوں، اس سے پہلے جو بھی ملک اپنی آبادی پر کنٹرول کرے گا، وہاں مہاجروں کی یلغار شروع ہوجائے گی۔ ایسے حالات میں یہ بات بے معنی ہے کہ آنے والے لوگ کیسے ہیں۔ میزبان ملک کی معاشی اور سماجی ضرورتیں دراندازی کا موقع دیں گی۔ اس سے پیدا ہونے والے مسائل زیادہ آبادی کے مسئلے سے کہیں زیادہ خطرناک ہوں گے۔ جو پریشانی آج یوروپ محسوس کررہا ہے، اُس سے ہمیں سبق لینا چاہیے اور مسٹر کے سی سدرشن کے اس مشورہ پر غور کرنا چاہیے کہ تحدید آبادی مہم ختم کردی جائے۔

ہمیں معلوم ہے کہ مسٹر سدرشن کا یہ مفروضہ مشورہ ہندوؤں کو محض یہ باور کرانے کے لیے ہے کہ اگر انھوں نے تحدید آبادی پروگرام پر عمل کیا تو وہ ہندستان میں اقلیت بن کر رہ جائیں گے اور اقلیتیں اکثریت میں تبدیل ہوجائیں گی مگر انھوں نے جو سوال اُٹھایا ہے اس کا پس منظر خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو بہرحال ایک قابل غور مشورہ ہے جس پر توجہ دی جانی چاہیے۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

بقیہ — مظلومیت کے باوجود...

دیا کہ اے اللہ کے رسول بارش کے پانی کا اثر ہوگیا ہے، تو آپ نے فرمایا تم نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا؟ کہ لوگ اسے دیکھتے، پھر فرمایا جو دھوکہ دے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

ہمارے سماج میں یتیموں اور بیواؤں کے مال کو ہڑپنے کا بھی رواج عام ہے، مشترکہ خاندان میں ایک شخص کاروبار کرتا، زمین وجائیداد بناتا، ماں باپ اور بھائیوں کی پرورش کرتا اور انہیں پڑھانے لکھانے پر خرچ کرتا ہے، مگر اچانک جب اس کا انتقال ہوجاتا تو اس کی دکان، کاروبار، جائیداد، اور املاک پر بھائی، والد اور دوسرے قابض ہوجاتے، کبھی اس بیوہ اور یتیم کو کچھ دے دیتے اور کبھی تو قساوت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ دیئے بغیر بے دخل کردیتے ہیں جبکہ اس کا متروکہ مال اس کی اولاد اور بیوی کی ہے، یہ یتیم کا ناحق مال کھانا اور دنیا وعاقبت برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھاجاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں، اور عنقریب وہ جہنم میں جائیں گے۔ (النساء: ۱۰)

ان یتیموں کے مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان یتیموں کو ان کا مال دے دو، اور پاک وحلال چیز کے بدلے ناپاک وحرام چیز نہ لو، اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملاکر کھا نہ جاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (النساء: ۲)

ہمارے درمیان حرام طریقہ سے مال حاصل کرنے کا ایک عمل ملازمین کی تنخواہوں کے ساتھ ہیرا پھیری کرنا بھی ہے کہ مختلف حیلے بہانے سے ان کی تنخواہ روک لی جاتی، مزدور کو مزدوری سرے سے دی ہی نہیں جاتی کہ کام صحیح ڈھنگ سے نہیں کیا یا اس میں کٹوتی کردی جاتی اور پورا حق نہیں دیا جاتا ہے، یا پوری تنخواہ یا مزدوری دینے کے لئے اضافی عمل کا پابند بنایا جاتا اور اس اضافی عمل کے مقابلہ میں کوئی معاوضہ نہ دیا جاتا ہے یا تنخواہ روک لی جاتی اور ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے، اور تنخواہ کی اس رقم سے ذمہ داران کاروبار کرکے نفع کماتے ہیں جو درحقیقت ملازمین کے پیسے ہوتے ہیں۔

ہمارے علم میں ہے کہ حیدرآباد کے بعض معروف دینی ادارے یہی کررہے ہیں، ملازمین کی تنخواہیں چار چار، چھ چھ ماہ ادا نہیں کرتے، اور اسے دوسرے کاروبار میں مشغول رکھتے ہیں اور ملازمین کو علی الحساب تھوڑا بہت کبھی کبھار دے دیتے ہیں، خاص طور پر رمضان میں جو مالیہ کی فراہمی ہوتی ہے جو پورے سال کے اخراجات کا ایک بڑا ذریعہ ہے، اسے روک لیا جاتا ہے، ملازمین دانے دانے کو ترستے رہتے اور اس مال سے بقرعید کیلئے بڑے جانور خریدے جاتے ہیں جس کی آمدنی ومنافع ادارے کے نہیں بلکہ ذاتی ہوتی ہیں، یہ سراسر حرام اور غضب الٰہی کو دعوت دینے والا عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن تین لوگوں کے مقابلہ پر فریق ہوں گا، ایک وہ شخص جسے میرے نام پر دیا گیا پھر اس نے دھوکہ دیا، اور دوسرا وہ شخص جس نے آزاد انسان کو فروخت کرکے اس کی قیمت کھائی، اور تیسرا وہ شخص جس نے مزدور رکھا، (ملازم رکھا) پھر اس سے پورا کام لیا مگر اس کی مزدوری پوری نہیں دی۔ (صحیح البخاری)

ہمارے معاشرے میں حرام خوری کی ایک صورت قرض لے کر اسے ادا کرنے میں کوتاہی کرنا بھی ہے۔ بہت سے لوگ اسی نیت سے قرض حاصل کرتے ہیں کہ واپس نہیں کرنا ہے، وہ اسے اپنی مہارت، چابک دستی اور چالاکی سمجھتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق العباد کا مسئلہ بڑا خطرناک ہے، اس سے چھٹکارا ملنے والا نہیں ہے، قیامت کے روز اس وقت تک اس کی گلوخلاصی ممکن نہیں جب تک کہ صاحب حق کو اس کا حق ادا نہ کردیا جائے اور وہاں چونکہ روپئے، پیسے اور دراہم ودینار کا لین دین نہیں ہوگا، اور نہ اس کی کوئی قیمت ہوگی تو وہاں لین دین نیکیوں اور بدیوں کے ذریعہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچادو، (النساء: ۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی کا مال ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اسے ادا فرمائیں گے، اور جو لیتا ہے اسے ہڑپنے اور واپس نہ کرنے کے ارادے سے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک وبرباد فرمائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: تمہیں پتا ہے کہ مفلس کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہم میں مفلس اسے کہا جاتا ہے جس کے پاس نہ سامان ہو نہ درہم، تو آپؐ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکاۃ لے کر آئے گا، مگر اس نے کبھی اس کو گالی دی ہوگی، اس پر بہتان باندھا ہوگا، اور اس کا مال لیا ہوگا، اس کا خون بہایا ہوگا، اور اس کو مارا ہوگا، تو اس کو اور اس کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور جب نیکیاں ختم ہوجائیں گی، قبل اس کے کہ اس کے ذمہ باقی حقوق ادا کئے جائیں تو ان اصحاب حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

آج ہمارے معاشرہ اور خود دینی حلقوں میں بھی حرام خوری کی ایک نئی صورت عام ہوگئی ہے، یعنی اجتماعی قربانی کی، جہاں کچھ قربانی تو کی جاتی اور کچھ کے پیسے جیبوں میں چلے جاتے ہیں، البتہ گوشت چند کیلو کے حساب سے سب کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے یعنی دس بڑا جانور ذبح کرکے پچیس تیس جانور کے حصہ بنا دیئے جاتے ہیں، قربانی کرانے والے گوشت پہنچنے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ میری قربانی ہوگئی ہے، مگر انہیں کیا معلوم کہ قربانی کے نام پر ان کے ساتھ فراڈ ہورہا ہے۔ میرے علم میں ہے کہ شہر کے ایک معروف ادارے نے اس سال تشہیری مہم کے ذریعہ سو سے زائد بڑے جانور کے حصے وقف کے بک کئے مگر قربانی پانچ چھ سے زیادہ کی نہیں ہوئی جو مطلوب تھے، اور میانمار کے پناہ گزیں خواتین وبچوں کو جمع کرکے بینر لگا کر ان کے فوٹو وغیرہ لے کر کچھ گوشت ان کے سپرد کرکے انہیں رخصت کردیا گیا، اور قربانی کرانے والوں کو یہ سین دکھا کر مطمئن کردیا گیا جبکہ قربانی کے سارے پیسے جیب میں چلے گئے، حیدرآباد کے علاوہ دیگر جگہوں پر بھی کچھ لوگ ایسے دھندے کرکے حرام مال جمع کررہے ہیں اور دوسروں کی قربانیوں کو خراب کرکے مال حرام جمع کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔ بھلا جو دین کے ٹھیکدار ہوں وہی جب اس طرح حرام خوری میں مبتلا ہوں تو امت کا کیا ہوگا۔ اور اللہ کی مدد کس طرح آئے گی۔

آج ہمارے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جارہے ہیں، ہم طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہیں، ہمارا جینا دوبھر کردیا گیا ہے، ہر صبح ہمارے لئے ایک نئی مصیبت وآفت اور تنگی وآزمائش لے کر طلوع ہوتی ہے، ہمارے مدارس کو نشانہ بنایا جارہا ہے، ہماری خانقاہیں اجاڑی جارہی ہیں، ہماری مسجدیں شہید کی جارہی ہیں اور اسکی جگہ بت خانے تعمیر کئے جارہے ہیں، اور ہم اللہ سے دعائیں کررہے اور ہاتھ پھیلائے مدد طلب کررہے ہیں، مگر ہماری دعا قبول نہیں ہورہی ہے کیونکہ ہم حرام خوری میں ناک تک ڈوبے ہوئے ہیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں، اللہ کی مدد شامل حال ہو، تو سب سے پہلے ہمیں حرام خوری سے بچنا چاہیے، حقوق العباد کی ادائیگی پر توجہ دینی چاہیے پھر اللہ سے معافی مانگتے ہوئے اپنی حاجت روائی کی درخواست کرنی چاہیے۔ حالات کی نزاکت کا تقاضہ ہے کہ عوام سے پہلے خواص طبقہ حرام خوری سے بچیں، اللہ کے سامنے جرات کا مظاہرہ نہ کریں، حرام کثیر کے بجائے حلال قلیل پر قناعت کریں، مدارس کے چندوں میں خرد برد اور کمیشنوں سے باز آئیں، ورنہ اللہ کی گرفت سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا' موجودہ ملکی صورتحال شاید اسی کا نتیجہ ہے اور ہماری دعاؤں اور آہ وفغان کے بے اثر ہونے کی یہی وجہ ہے۔ ❑❑

یوم ولادت نبوی ﷺ کے مبارک ومسعود موقع پر
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی
کی خصوصی اشاعت
سیرت رسولؐ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ انشاءاللہ ۱۵؍اکتوبر ۲۰۲۱ کو منظر عام پر آرہا ہے۔
قارئین حضرات نوٹ فرمالیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

آسام میں انخلا اور پولیس فائرنگ کے شکار لوگوں سے جمعیۃ علماء ہند و جماعت اسلامی ہند کے مشترکہ وفد کی ملاقات

صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود مدنی کی ہدایت پر مرنے والوں کو جمعیۃ علماء ہند اور اجمل فاؤنڈیشن کی طرف سے دو دو لاکھ، زخمیوں کو بیس بیس ہزار اور سبھی نوسو خاندانوں کے درمیان راشن، ٹینٹ اور نل کی تقسیم

نئی دہلی ۲۸/ستمبر: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی کی ہدایت پر ایک موقر وفد جس میں جماعت اسلامی کے مرکزی کارکنان بھی شامل ہیں، ان دنوں آسام کے دورے پر ہے، آج مشترکہ وفد نے درانگ ضلع کے دھول پور بستی میں انخلا اور پولیس ایکشن سے متاثر خاندانوں سے ملاقات کی، بالخصوص انسانیت سوز واقعے میں مرنے والے معین الحق ۳۷ سال (گولی مارنے کے بعد جس کے مردہ جسم پر پولیس نے لاٹھیاں برسائی تھیں اور ایک شخص اس کے سینے پر کودرہا تھا) کے والدین، بچے اور بیوہ سے ملاقات کی، ملاقات کے وقت آن کی آنکھوں سے آنسو چھلک اٹھے۔ اس موقع پر جمعیۃ علماء آسام کے صدر مولانا بدرالدین اجمل صاحب کے مشورہ سے جمعیۃ علماء آسام اور اجمل فاؤنڈیشن کی طرف سے متوفی کے اہل خانہ کو دو لاکھ رقم پیش کی گئی، اسی طرح چودہ سالہ شیخ فرید کے والدین کو بھی جمعیۃ علماء کی طرف سے دولاکھ پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ نوسو خاندانوں میں سے ہر ایک کو کھانے کی کٹ جس میں ۲۵ کلو چاول، دو کلو دال، دو کلو شکر، دو کلو تیل، دو کلو نمک، دو کلو مسالہ اور بچوں کے لیے بسکٹ شامل ہیں، دی گئی۔ دوسو ٹیوب ویل اور نوسو ٹینٹ بھی متاثرہ خاندانوں میں تقسیم کیے گئے۔ جماعت اسلامی ہند کی طرف سے وہاں میڈیکل کیمپ لگایا گیا، جماعت اسلامی ہند کی طرف سے وفد میں جناب امین الحسن، نائب صدر جماعت اسلامی ہند، محمد شفیع مدنی، سکریٹری جماعت اسلامی ہند موجود تھے۔ یہ موقر وفد ٹریکٹر کے ذریعہ ہی متاثرہ علاقہ پہنچ سکا، ان کے ساتھ سامان دیکھ کر بے گھر خاندان مسرور ہوئے، وہ ادھر ادھر بکھری ہوئی جگہوں پر بسے ہوئے ہیں، بہتوں کے پاس سر چھپانے کے لیے چھپر تک نہیں ہے، جمعیۃ علماء کی طرف سے پیش کردہ ٹینٹ دیکھ کر ان کو راحت محسوس ہوئی۔ وفد نے اس جگہ کو بھی دیکھا جہاں ان کو بسانے کی تیاری کی جارہی ہے۔ وفد نے مقتول معین الحق کے خاندان کا درد سنا، وفد نے بتایا کہ اس سے قبل وہ وزیر اعلیٰ آسام، درانگ ایس پی وغیرہ سے مل چکے ہیں اور سرکار سے آپ کے لیے حق اور انصاف کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ ہم یہاں آپ کے پاس دکھ اور درد بانٹنے آئے ہیں اور جو ہم سے ممکن ہوا ہے وہ کررہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ اس موقع پر مولانا حکیم الدین قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند کے صدر محترم مولانا محمود اسعد مدنی آپ کے حالات سے بہت دکھی ہیں اور انھوں نے وزیر داخلہ کو بھی خط لکھا ہے اور دعاء گو بھی ہیں۔ ماضی میں حضرت فدائے ملت مولانا اسعد نوراللہ مرقدہ صاحب سابق صدر جمعیۃ علماء ہند کا اس سرزمین سے گہرا تعلق تھا، انھوں نے پوری زندگی آسام کے معاملے کو ایوان سے لے کر سڑک تک اٹھایا، ان کے بعد سابق صدر حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ صدر مولانا محمود مدنی صاحب کی قیادت میں آسام میں این آرسی کی لڑائی بھی بڑی جدوجہد سے لڑی گئی جو آج بھی سپریم کورٹ میں زیر بحث ہے۔ جمعیۃ علماء ہند ہرگز آپ لوگوں کو اس طرح بے سہارا نہیں چھوڑ سکتی، اللہ تعالی بھی مظلوموں کی مدد کرتا ہے اور ان کی بھی جو مظلوموں کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، آج اس جنگل اور بیابان میں آپ لوگوں کو دیکھ کر ہمیں دکھ ہے، ہمارے صدر مولانا محمود مدنی صاحب اور جمعیۃ علماء آسام کے صدر مولانا بدرالدین اجمل کی جدوجہد انشاء اللہ رنگ لائے گی، اس کے ساتھ ہی جماعت اسلامی ہند کے کارکنان و ذمہ داران بھی یہاں آئے ہیں، دونوں جماعتوں کی فکرمندی ہی ہے کہ ہم دہلی سے چل کر اسی لیے آئے ہیں تاکہ آپ کا دکھ بانٹ سکیں۔ متاثرین نے وفد کو بتایا کہ ہمیں بے گھر کردیا گیا، ہم نے احتجاج کیا، تو ہماری جان لے لی گئی، ہم ایک جمہوری ملک میں رہتے ہیں، پھر بھی ہمارے ساتھ ایسا کیوں رویہ اختیار کیا گیا، ہمیں بس انصاف چاہیے اور اپنے بچوں کے لیے آشیانہ اور ایک محلّہ، جس کا حق ہمیں دستوری اور آئینی طور سے حاصل ہے اور جو سرکار کی ذمہ داری بھی ہے۔

آج درانگ جانے والے وفد میں مولانا حکیم الدین قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند، جناب امین الحسن، نائب صدر جماعت اسلامی ہند، محمد شفیع مدنی، سکریٹری جماعت اسلامی ہند، حافظ بشیر احمد قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء آسام، مولانا عبدالقادر قاسمی ایڈیشنل جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء آسام، مولانا محبوب حسن ایڈیشنل جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء آسام، ڈاکٹر حافظ رفیق الاسلام قاسمی ایم ایل اے اور سکریٹری جمعیۃ علماء آسام، الحاج امین الاسلام ایم ایل اے، جناب مجیب الرحمٰن ایم ایل اے، جناب مومن الرحمٰن آفس سکریٹری جمعیۃ علماء آسام، مولانا ہاشم نائب صدر جمعیۃ علماء کوکراجھار اور جمعیۃ علماء درانگ کے کارکنان شامل تھے۔

واضح ہو کہ گزشتہ روز جمعیۃ علماء ہند اور جماعت اسلامی ہند کے مشترکہ وفد نے جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی اور جماعت اسلامی ہند کے امیر جناب سید سعادت اللہ حسینی کی ہدایت پر آسام کے وزیر اعلی ہیمنت کمار و سوا شرما سے گوہاٹی میں واقع ان کے دفتر میں ملاقات کی اور ضلع درانگ کے دھول پور میں سرکاری زمین کے انخلا کی وجہ سے پیش آمدہ واقعہ اور انسانی عظمت کی بے توقیری اور غریب و مزدور طبقے کو اپنے ہی وطن میں بے گھر کرنے پر سخت ناراضی ظاہر کی اور مطالبہ کیا کہ (۱) اس سانحہ کی اعلی سطحی جوڈیشیل انکوائری کرائی جائے (۲) پولیس ایکشن میں ہلاک ہونے والوں کو بیس لاکھ اور زخمی ہونے والوں کو دس لاکھ معاوضہ دیا جائے (۳) اجاڑے گئے خاندانوں کے لیے دوا، پانی، اور اشیائے خوردنی کا انتظام کیا جائے۔ (۴) سرکار کی طرف سے چھ بیگھہ زمین کھیتی کے لیے اور ایک بیگھہ زمین جو رہائش کے لیے دینے کا وعدہ کیا تھا، اسے جلد پورا کیا جائے۔

وفد میں شریک جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی نے کہا کہ ڈرانگ ضلع میں جو کچھ ہوا، وہ انسانیت سوز ہے، ہم یہ امید کرتے ہیں کہ آپ مظوموں کو انصاف دلانے میں ذاتی طور سے مدد کریں گے، ہمارے ملک کے آئین میں انسانی حقوق کو اولیت حاصل ہے، کوئی بھی زمین کا ٹکڑا کسی انسان کی جان سے اہم نہیں ہے، اس لیے ہم امید کرتے ہیں کہ آسام کے وزیر اعلی انسانی اقدار کا تحفظ کریں گے اور مظلوموں کو انصاف دلانے میں مستعدی سے کام لیں گے۔

اس سے قبل اتوار کو مشترکہ وفد نے ضلع درانگ کے ڈی سی شریمتی پرابھتی تھاؤسین اور ایس پی شری سوشانتا وسوا شرما سے ملاقات کرکے. پولیس ایکشن کی سخت الفاظ میں مذمت کی، اس پر سوشانتا وسوا شرما نے کہا کہ اس واقعہ کی اعلی جوڈیشیل انکوائری کرائی جارہی ہے، آگے کی بھی کارروائی کریں گے۔ واضح ہو کہ جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود مدنی نے ۲۴/ستمبر کو وزیر داخلہ، ہیومن رائٹس کمیشن اور وزیر اعلی آسام کو خط لکھ کر انصاف کی جانب توجہ دلائی تھی۔

دہلی فساد: رتن لال مرڈر کیس میں ملزم سلیم عرف منا اور سمیر کو ضمانت

جمعیۃ علماء ہند کی کوششوں سے جیل میں بند نوجوانوں کی ضمانت کا سلسلہ جاری
جمعیۃ کی نگرانی میں ۱۵۴ مقدمات میں ٹرائل شروع ہو چکا ھے: ایڈوکیٹ نیاز احمد فاروقی

نئی دہلی، ۵/اکتوبر: شمال مشرقی دہلی فساد میں کے کے ڈی کورٹ کے ایڈیشنل جج ونود یادو نے آج اپنے اپنے الگ فیصلوں میں رتن لال قتل مقدمہ میں ایف آئی آر نمبر ۶۰/۲۰ کے تحت گرفتار سمیر عرف ساحل اور سلیم ملک عرف منا کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دیا ہے۔ عدالت نے اس سلسلے میں جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے مقرر کردہ وکیل ایڈوکیٹ سلیم ملک کے اس دعوی کو تسلیم کیا کہ اسی طرح کے کیس میں دہلی ہائی کورٹ نے ملزم محمد ایوب اور ملزم شاہنواز کو ۱۴/ستمبر ۲۰۲۱ء کو ضمانت دی تھی۔ اس لیے کچھ شرطوں کے ساتھ ان دونوں ملزموں کو بھی ضمانت دی جاتی ہے، اس سلسلے میں ان دونوں پر مبلغ پینتیس ہزار زرِ ضمانت طے کی گئی ہے، نیز سلیم ملک عرف منا چاند باغ کے اپنے پتہ پر ہی رہیں گے، وہ شہر سے باہر نہیں جائیں گے، اسی طرح سمیر بھی چاند باغ کے اپنے پتہ پر ہی ٹھہریں گے۔

واضح ہو کہ ان دونوں کو دہلی فساد میں ڈیوٹی پر تعینات ہیڈ پولیس کانسٹبل رتن لال کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، حالانکہ وکیل دفاع کا یہ دعویٰ ہے کہ ان دونوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن دہلی پولیس نے فساد کے بعد 'کامن سنس' کا استعمال کیے بغیر بڑی تعداد میں رکشہ پولروں اور روز مرہ کمانے والوں کو گرفتار کرکے جیل میں بند کردیا تھا، جس کے بعد کئی گھر تباہ ہو گئے، کئی ایسے گھرانے تھے جن کے پاس مقدمہ لڑنے تک کی حیثیت نہ تھی۔ اس درمیان جمعیۃ علماء ہند نے ایسے مظلوموں کا مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیا، حالانکہ جمعیۃ کے زیادہ تر وسائل فساد زدہ لوگوں کی مدد میں خرچ ہورہے تھے، ایسے میں بے قصور گرفتار شدگان کی رہائی کا مسئلہ بڑا بوجھ بن سکتا تھا۔ جمعیۃ علماء ہند کے قانونی معاملات کے نگراں ایڈوکیٹ نیاز احمد فاروقی کہتے ہیں کہ اللہ کے بھروسے اتنی بڑی تعداد میں مقدمات کا بوجھ اٹھایا گیا، جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی صاحب نے ایک ایسی خاتون کے بارے میں سنا جس کے پاس کچھ نہیں تھا، اس کا بیٹا رکشہ چلاتا تھا اور وہ اکلوتا نور چشم بھی مہینوں سے بند تھا، تب انھوں نے فیصلہ کیا کہ بے قصوروں کو جیل سے آزاد کرانا بھی ایک بڑا فرض ہے الحمدللہ آج جمعیۃ علماء ہند کی کوششوں سے ۳۴۰/ افراد ضمانت پر رہا ہیں، تقریباً ۱۵۴ مقدمات میں ٹرائل شروع ہوچکا ہے، جمعیۃ علماء ہند نے یہ عزم کیا ہے کہ قید ناحق سے آزادی دلا کر ہی دم لیں گے۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

نادان دوستوں سے خود کو بچائیں

مکرمی! دوستی اچھی چیز ہے اور اسے سماجی زندگی کی پہچان اور شناخت کہا جاتا ہے۔ یہ رشتہ داری سے الگ ایک تعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے انسان تقویت محسوس کرتا ہے اور وقت پڑنے پر بہت سارے مسائل ان کے ذریعہ حل بھی ہوتے ہیں لیکن سارے دوست ایسے نہیں ہوتے۔ باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ دوست تین قسم کے ہوتے ہیں: جانی، مالی اور دسترخوانی۔ جانی دوست قسمت والوں کو ملتے ہیں اور ان کی تعداد انتہائی کم ہوتی ہے، ایسے دوست، دوست کے دست و بازو بن جاتے ہیں اور بقول سعدی ''دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست، در پریشان حالی و درماندگی'' وہ آخری حد تک آپ کو پریشانی سے نکالنے کے لیے آپ کے معاون بن جائیں گے، آپ کے دفاع میں کھڑے ہوجائیں گے اور وقت آیا تو آپ کی طرف آنے والے ہر تیر کا رخ اپنی طرف کرلیں گے، اور آپ کے لئے ڈھال کا کام کریں گے، ایسے دوست اللہ کی بڑی نعمت ہیں اور آخری حد تک ان کی قدردانی کی جانی چاہیے، لیکن ایسے دوست عموماً دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتے۔ دوست کی دوسری اور تیسری قسم مالی اور دسترخوانی میں بڑی مماثلت ہے، ایک مال کی وجہ سے آپ سے قربت حاصل کرتا ہے، دوسرا دسترخوان کا شریک و سہیم رہتا ہے، دوستی کی اسی قسم میں وہ لوگ بھی آتے ہیں، جو آپ کے عہدے، منصب، جاہ و حشمت کی وجہ سے آپ سے قریب ہوجائیں، یعنی اس قسم کی دوستی کسی نہ کسی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے، ظاہر ہے مال آنی جانی ہے، آج ہے کل نہیں مال گیا تو دسترخوان سجانے کی استطاعت بھی چلی گئی یہی حال عہدے اور منصب کا ہے آج آپ پاورفل ہیں تو دسیوں لوگ آپ کے دوست بن جائیں گے، اور آپ کمزور ہوئے تو مجمع آپ کے گرد سے چھٹ جائیگا، کیوں کہ ان کو آپ سے فائدہ اٹھانا ہے، کوئی دوست ترقی کے لیے آپ سے قریب ہوگیا ہے اور کوئی غرض نہ ہو تو کم ازکم ایسے لوگوں کی یہ غرض تو ضروری ہوتی ہے جسے غالب نے اپنے لفظوں میں کہا ہے۔

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا — وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

ایسے دوستوں کو پہچان لینا انتہائی ضروری ہے، ورنہ کبھی بھی ان سے نقصان پہنچ سکتا ہے اور کبھی بھی وہ پالا بدل کر آپ کی پیٹھ میں خنجر بھونک سکتے ہیں۔ پھر ایک شعر نوک قلم پر آ گیا۔

دیکھا جو تیر کھا کر کمین گاہ کی طرف — اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

دوستوں میں ایک بڑی تعداد نادان دوستوں کی بھی ہوتی ہے، وہ آپ کو بظاہر کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے، لیکن وہ عقل سے عاری اور دماغ سے خالی ہیں، ایسے دوست کی محبت سے بھی نقصان پہنچ جاتا ہے، مولانا روم نے مثنوی میں ایک تمثیل لکھی ہے کہ ایک چوہے اور کچھوے میں گہری دوستی ہوگئی، دونوں ایک دوسرے کے بغیر رہنا گوارہ نہیں کرتے، لیکن ایک خشکی کا جانور تھا اور ایک پانی کا، اس لیے ان کا ہر وقت ساتھ رہنا عملاً ممکن نہیں تھا، چنانچہ چوہے نے یہ تجویز رکھی کہ کیوں نہ ہم دونوں پاؤں میں دھاگا باندھ لیں، جب میری ملاقات کی خواہش ہوگی ڈور ہلا دوں گا اور تم آجانا، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ایک دھاگہ دونوں نے پاؤں میں باندھ لیا، اب ایک سرے پر چوہا تھا اور دوسرے سرے پر کچھوا، تجویز کے مطابق دونوں کی ملاقات بھی ہوتی رہی، ایک دن ایک گدھ نے چوہے کو دیکھ لیا اور اس پر جھپٹا مارا، اور چوہے کو اپنی چونچ میں پکڑ کر اڑا، ظاہر ہے کہ کچھوا بھی اس کے ساتھ پانی سے نکل گیا اور نکلتا ہوا فضا میں پہنچ گیا، لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کر خوب تالیاں بجائیں، ان کی تفریح کا سامان ہوگیا۔ مولانا روم نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نادان کی دوستی سے جان پر بھی بن آتی ہے اور آدمی تماشہ بن جاتا ہے، اس لیے نادان دوستوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ایک اور قصہ نصابی کتاب میں بچپن میں پڑھا تھا کہ ایک بادشاہ نے بندر کو اپنی خدمت پر لگایا، اس کی ڈیوٹی تھی کہ جب بادشاہ سو جائے تو اس کو پنکھا جھلتا رہے، ایک دن بادشاہ سو رہا تھا اور بندر پنکھا جھل رہا تھا کہ ایک مکھی آکر بادشاہ کے ناک پر بیٹھی، بندر نے بہت اڑانے کی کوششیں کی لیکن وہ پھر سے آکر بیٹھ جاتی، بندر کو بہت غصہ آیا، اس نے تلوار اٹھا کر بادشاہ کی ناک پر دے مارا، مکھی تو بھلا کیا مرتی وہ تو اڑ گئی، البتہ بادشاہ کی ناک کٹ گئی، اس قصہ میں بھی یہ سبق ہے کہ نادان سے قربت کے نتیجے میں کبھی ناک بھی کٹ جاتی ہے، گو اس کا احساس اکثر و بیشتر وقوع کے بعد ہی ہوتا ہے۔

ایسے متعلقین اور دوست ضروری نہیں کہ تلوار سے ہی گزند پہنچائیں، ان کی زبانیں بھی اتنی دراز ہوتی ہیں کہ ان سے آپ کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اور یہ تلوار کی بہ نسبت زیادہ ضرب کاری ہوتا ہے؛ کیونکہ تلوار کے زخم بھر جاتے ہیں، اور زبان کا زخم بھر نہیں پاتا، ہمیشہ ہرا ہی رہتا ہے، ان کا کوئی ارادہ آپ کو نقصان پہنچانے کا نہیں ہے، لیکن انہوں نے آپ کی حمایت میں غیر ضروری زبان درازی کی، اس کا نقصان آپ کو پہنچ گیا، کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے وہ انسانی کی وجہ سے شاخ پر وار کرے اور آپ کی جڑ کٹ کر رہ جائے ایسے دوستوں کی نیت بری نہیں ہوتی، لیکن الفاظ اپنا کام کرجاتے ہیں، کبھی کبھی بعض دوست آپ کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیں گے تاکہ وہ آپ کو خوش کرسکیں، ایسے دوست آپ کو غفلت میں رکھنے کا سبب بنتے ہیں، اور آپ حقیقت احوال سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں، جس کا نقصان آپ کو بھی پہنچتا ہے اور سماج کو بھی، حضرت امیر شریعت رابع سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ملت کو سب سے زیادہ نقصان خوشامد کرنے والوں نے پہنچایا وہ حقیقی صورت حال کے بجائے قائدین کی تعریف کرتے رہے، جس کی وجہ سے بروقت اور فوری اقدام جو کئے جاسکتے تھے نہیں کیے جاسکے۔ ایسے لوگ خود بھی جانتے ہیں کہ وہ غلط بیانی کررہے ہیں، آپ اگر ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ اگلے کی تعریف میں ایران طوران کی ہانک رہے ہیں تو ان کے چہرے اور آنکھوں سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اگلے کو بے وقوف بنا رہا ہے، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ایسی تعریف کو ''بدخوش کرنی'' کہا کرتے تھے، اس لیے اگر آپ عقل و شعور رکھتے ہیں تو ایسے نادان دوستوں سے بھی بچنے کی کوشش کیجئے جو آپ کو اندھیرے میں رکھ کر آپ کی تعریف کرکے برباد کرنے کے درپے ہیں۔

ایک مقولہ بہت مشہور ہے کہ نادان دوست سے عقل مند دشمن زیادہ بہتر ہے، ایک واقعہ کسی کتاب میں نظر سے گذرا کہ دو شیر میں آپس میں رقابت ہوگئی، ایک شیر کمزور تھا، ایک دن دوسرے شیر نے دیکھا کہ اس پر کتے بھونک رہے ہیں، وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچا اور کتوں کو بھگایا، کسی نے پوچھا کہ یہ تو تمہارا دشمن ہے، تم اس کو بچانے کے لیے کیوں آگے آئے، اس نے کہا کہ دشمنی اپنی جگہ، لیکن میں ایسا کمینہ نہیں ہوں کہ شیر پر کتے بھونکے اور ان کی اس جرأت بے جا کا تماشہ دیکھوں۔ معلوم ہوا کہ عقل مند دشمن کبھی آپ کے کام بھی آسکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ دشمنی کے حدود و قیود سے واقف ہے اور جو نادان دوست ہے وہ دوستی کے حدود و قیود سے ناواقف ہے، اور اس کی ناواقفیت آپ کو نقصان سے دوچار کرسکتی ہے۔

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Publishing Date: **1 October 2021**
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Posting Days **MON. TUE.** at **N.D.P.S.O.** New Delhi
R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر

م-ع-ج-

• معاشرہ میں انسانی اقدار کی اہمیت • مذہبی آزادی پر حملہ

• فرقہ وارانہ بنیاد پر سماج کی تقسیم بیحد خطرناک

معاشرہ میں انسانی اقدار کی اہمیت

معاشرے انسانی و اخلاقی قدروں کی وجہ سے مہذب کہلاتے ہیں۔ اگر قدریں مفقود ہوجائیں تو شہروں اور جنگلوں میں فرق ختم ہوجائے گا۔ مذہب ہمیشہ سے اخلاقی قدروں کا سب سے بڑا منبع رہا ہے۔ دنیا کا ہر شخص کسی نہ کسی مذہب کا پیروکار ہے۔ مذہب صرف مخصوص عبادات اور ارکان کی ادائیگی کا نام نہیں بلکہ ایک خاص ضابطے کی پیروی ہے۔ ایک ایسا نقشہ جو منزل کی طرف جانے میں رہنمائی کا باعث بنتا ہے، اس کا زیادہ رجحان باطن کی تطہیر، ذات کی پہچان، اپنی جداگانہ صلاحیتوں کی دریافت، کائنات سے ہم آہنگ ہونے کے ذریعے خالق کائنات تک رسائی اور صالح زندگی کے اصول معلوم کرنا ہے۔ یہ اصول

> **یہ حقیقت ہے کہ مذہب ہمیشہ اخلاقی اقدار کا مصدر رہا ہے۔ جب انسان فطری سطح پر ہوتا ہے تو اسے دانش، دلیل اور کالمے کے بجائے برائی کے برے نتیجے کے خوف اور رب کی ناراضگی کو جواز بنا کر اس کی جبلت کے شر کو کنٹرول کیا جاتا ہے، لیکن جب انسان شعوری سطح کی بلندیوں کو چھولیتا ہے تو وہ ان قدروں کی افادیت سے ہم آہنگ ہوچکا ہوتا ہے۔**

ہی اخلاقی قدریں کہلاتے ہیں۔ کسی بھی مذہب کا مطالعہ کریں اس میں زیادہ اخلاقی قدروں کی تلقین ملے گی اور اس حوالے سے تمام مذاہب میں بہت گہری مماثلت موجود ہے۔ یہ قدریں آفاقی نوعیت کی ہیں کیونکہ یہ صدیوں کے تجربات، رویوں، دانش اور الہامی تصورات سے اخذ کی گئی ہیں۔ ہر مذہب انسان کی توقیر کی علمبرداری کی بات کرتا ہے۔ خدمت خلق کو افضل سمجھتا ہے۔ عورتوں کے احترام، بچوں سے شفقت اور بزرگوں کی عزت پر زور دیتا ہے۔ دنیا کا ہر مذہب انسان کو قتل کرنے، اس کی تذلیل کرنے، صحت کے لیے مضر اشیا کا استعمال کرنے، جھوٹ بولنے، دغا کرنے، ظلم کرنے اور ناانصافی کو برا فعل سمجھ کر اس کی ممانعت کرتا ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ مذہب ہمیشہ اخلاقی اقدار کا مصدر رہا ہے۔ جب انسان فطری سطح پر ہوتا ہے تو اسے دانش، دلیل اور مکالمے کے بجائے برائی کے برے نتیجے کے خوف اور رب کی ناراضگی کو جواز بنا کر اس کی جبلت کے شر کو کنٹرول کیا جاتا ہے، لیکن جب انسان شعوری سطح کی بلندیوں کو چھولیتا ہے تو وہ ان قدروں کی افادیت سے ہم آہنگ ہوچکا ہوتا ہے۔ آج جو لوگ مذہب کے منکر ہیں وہ بھی کسی نہ کسی ضابطے کے پیروکار ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے مذہب کو ضابطے کا نام دے دیا ہے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ مذہب بنیادی طور پر صالح زندگی گزارنے کا ضابطہ ہی ہے۔ ہم ہمیشہ ایک عظیم قوم ہونے کے زعم میں مبتلا رہتے ہیں اور یہاں بھی ہمارے فخر کی بنیاد ہمارے اپنے اعمال کے بجائے ہماری دینی اقدار اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کی وہ خوبیاں ہیں جو پوری کائنات کے انسانوں کے لیے ایک مثال کا درجہ رکھتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا صرف ایک اعلیٰ ضابطہ حیات گھر میں رکھنے اور عظیم ہستی سے نسبت ہونے سے ہم ایک اچھا اور معتبر انسان بننے کے اہل ہوسکتے ہیں۔

غور کیا جائے تو ہم بیک وقت دو زندگیاں بسر کررہے ہیں۔ ایک وہ جس پر ہم ذہنی اور دلی طور پر یقین کے علمبردار ہیں اور دوسری وہ جو عمل سے جڑی ہے مگر ہماری دینی اقدار سے قطعاً مختلف ہے۔ ہماری فکر اور عمل مخالف سمت رو بہ سفر ہے، ایسے میں وجود کا توازن برقرار رہنا مشکل ہو۔

مذہبی آزادی پر حملہ

بہتر انسانی طرزِ عمل اور مہذب معاشرہ کی تشکیل میں مذہب بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ انسانوں کو مذہب کی اسی ضرورت کے پیش نظر کم و بیش دنیا کے تمام ممالک میں فرد کو مذہب پر عمل درآمد کا دستوری حق دیا گیا ہے۔ ہندستان کے آئین میں بھی یہ ضمانت دی گئی ہے کہ اس کے شہری کسی بھی مذہب کو اپنانے، اس پر عمل کرنے اور اس کی ترویج و اشاعت اور تبلیغ کے لیے آزاد ہیں۔ ہندستان کے آئین کی دفعہ ۲۵ سے ۲۸ تک میں مذہبی آزادی کے مختلف نکات بیان کرتے ہوئے اس حق کی صراحت کی گئی ہے لیکن آج کا حکمراں طبقہ اور بھارتیہ جنتا پارٹی شہریوں کے ان حقوق کو تسلیم کرنے سے عملاً انکاری ہے، خاص کر وہ ریاستیں جہاں بی جے پی کی حکومت ہے، شہریوں کے یہ حقوق بری طرح روندے جارہے ہیں۔ مذہب اسلام کے سلسلے میں تو حکمرانوں اور بی جے پی کا رویہ انتہائی معاندانہ اور شرپسندانہ ہوگیا ہے۔ اسلام کے ماننے والوں اور اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے کام میں مصروف مسلمانوں کے خلاف ریاستی جبر اپنی پوری طاقت کے ساتھ رو بہ عمل آگیا ہے اور چن چن کر ایسے لوگوں کو پسِ زنداں کیا جارہا ہے جو اسلام کی دعوت توحید بلند کرنے کا داعیہ لیے ہوئے میدانِ عمل میں ہیں۔

اترپردیش کے مظفرنگر کے مولانا کلیم صدیقی کی گرفتاری مسلمانوں اور اسلام کے خلاف اس حکومتی عناد اور شرپسندی کی تازہ مثال ہے۔ ابھی اس سے ایک ڈیڑھ ماہ قبل اوکھلا دہلی سے مولانا محمد عمر گوتم اور مفتی جہانگیر قاسمی کو اسی الزام میں پس زنداں کیا گیا تھا جو تاہنوز جیلوں میں بند ہیں۔

ملکی آئین اور انسانی بنیادی حقوق کی رو سے تبدیلیٔ مذہب نہ تو کوئی جرم ہے اور نہ کسی مذہب کی دعوت دینا اور اس کی ترویج و اشاعت کے لیے کام کرنا قابل مواخذہ ہوسکتا ہے۔ اس کے برخلاف ریاست کا یہ فرض ہے کہ شہریوں کو دی گئی مذہبی آزادی کے اس حق کا احترام کرتے ہوئے اس کی حفاظت یقینی بنائے۔ حکومت نہ تو تبدیلی مذہب پر پابندی لگاسکتی ہے اور نہ دعوت دین کا کام کرنے والوں کی زبان بندی کا حق رکھتی ہے۔ رضاکارانہ طور پر بغیر کسی لالچ کے اپنی مرضی سے اگر کوئی شخص کوئی دوسرا مذہب قبول کرتا ہے تو یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ میں اس شخص کی نئی مذہبی شناخت کو خطرات سے تحفظ فراہم کردے، لیکن حکومت اس آئینی فریضہ کی انجام دہی کی بجائے تبدیلیٔ مذہب کو جبریہ تبدیلیٔ مذہب کا نام دے کر ایک طرف شہریوں کے بنیادی حقوق پر ڈاکہ ڈال رہی ہے تو دوسری طرف اس سے سیاسی فائدہ بھی حاصل کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ مولانا کلیم صدیقی کی گرفتاری کو بھی دنیا اسی تناظر میں دیکھ رہی ہے۔ رات کے اندھیرے میں کسی عالم دین کو گرفتار کرنا اور اول جلول الزامات عائد کرنے کو حکومت کی شرپسندی اور مسلمانوں کے خلاف عناد کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا ہے۔

فرقہ وارانہ بنیاد پر سماج کی تقسیم بیحد خطرناک

فرقہ وارانہ بنیاد پر سماج کے دو طبقوں کے درمیان تصادم کوئی نئی چیز نہیں ہے اور نہ اسے کوئی

> **سماج کے بڑوں کا جہاں یہ فرض ہے وہیں اہل اقتدار کو بھی یہی کرنا چاہیے تاکہ امن وامان برقرار رہے اور ہر کسی کو آگے بڑھنے اور اپنے حالات کو بہتر بنانے کے مواقع ملتے رہیں۔ ان میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ آنے پائے۔ ماضی میں بھی دو مختلف گروہوں کے درمیان تصادم کے واقعات ہوتے رہے ہیں۔**

انوکھی بات کہنے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ ہر سماج میں اس کا امکان موجود رہتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی پرامن سماج ہو اور اس کے افراد کتنے ہی صلح کل کیوں نہ ہوں۔ جب ایک گھر میں اہل خانہ کے درمیان کسی مسئلے پر اختلاف رونما ہوسکتا ہے تو سماج میں اس طرح کے واقعات کا پیش آنا غیر فطری نہیں ہے۔ دو گروپوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوجانا بھی بہت زیادہ تعجب خیز نہیں ہے، ہاں ناپسندیدہ ضروری ہے، مگر اس کے امکانات رہتے ہیں۔ اس کی نفی نہیں کی جاسکتی، البتہ جب کبھی ایسی صورت پیدا ہوجائے تو سماج کے بااثر افراد کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ معاملے کو طویل نہ ہونے دیں، جن دو طبقات یا گروہوں کے درمیان جھگڑا ہوگیا ہو انھیں اس پر آمادہ کریں کہ وہ اپنا معاملہ ٹھنڈے انداز میں حل کرلیں، اختلافات دور کرلیں جو کدورتیں پیدا ہوگئی ہیں ان کو رفع کرلیا جائے اور

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

لکھیم پور میں ہوئے پرتشدد واقعہ میں ملوث عناصر کے خلاف سخت کارروائی کی جائے: صدر جمعیۃ علماء ہند

نئی دہلی ۴؍اکتوبر: جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے لکھیم پور کھیری (یوپی) میں ہوئے پرتشدد واقعہ کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے اور اس میں ملوث افراد کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ وہاں جو کچھ بھی ہوا ہے، وہ کسانوں کے تئیں سرکار کے بے حس رویے اور اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے والوں کو تختہ دار پر چڑھانے کی فاشزم طرز حکمرانی کا مظہر ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند ایسے دکھ کے وقت میں مرنے والوں کے اہل خانہ کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرتی ہے اور انصاف دلانے کی جنگ میں ان کے ساتھ کھڑی ہے۔ انھوں نے اترپردیش سرکار سے مطالبہ کیا کہ وہ راج دھرم پر عمل پیرا ہو اور بھید بھاؤ کے بغیر ان لوگوں کو سزا دلائے جو ایسے گھناؤنا اور انسانیت سوز عمل میں ملوث ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالہند حضرت مولانا قاری **سیدمحمد عثمان** صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیرالہند رابع نمبر
انشاء اللہ ماہ ستمبر ۲۰۲۱ء کے آخر تک منظرعام پر آرہا ہے
تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 0986867648 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ **الجمعیۃ** انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: **www.aljamiat.in**
رابطہ: **9811198820** ای-میل: **aljamiatweekly@gmail.com**

ضروری اعلان

آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: (1) بذریعہ منی آرڈر
(2) Paytm یا PhonePe کے ذریعہ
9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
(3) آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : **UTIB0000430**

شرح خریداری

سالانہ 200/-
ششماہی 100/-
فی پرچہ 5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے 2500/-
دیگر ممالک کے لئے 3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ **الجمعیۃ** مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by **SHAKIL AHMAD SYED** on behalf of **Jamiat Trust Society** printed at **Shervani Art Printers**, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor **MOHD. SALIM**, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.

Designing & Composing: HUMRAN AZMI